

شیعہ مصنف بابر علی خان کی کتاب ”دعوت فکر دینی“ میں
اہلسنت کیخلاف کیئے گئے سوالات کا تحقیقی جواب

الجوابُ المعقول

مؤلف

علامہ مقبول احمد رضوی مدظلہ

ناشر محمدیہ فاروقیہ رضویہ نسا دہلوال رحمت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شیعہ مصنف پابر علی خان کی کتاب ”دعوتِ فکر دینی“ میں
اہلسنت کیخلاف کیئے گئے سوالات کا تحقیقی جواب

الجوابُ المعقول

علامہ مقبول احمد رضوی مدظلہ

مُحَمَّدِيَّةُ فَارُوقِيَّةُ رَضَوِيَّةُ نَشَادِلُوَالِ رَحْمَتِ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	الجواب المعقول
مصنف	علامہ مقبول احمد جلالی رضوی
پروف ریڈنگ	ابومعاویہ قاری محمد لقمان شاہد عطاری
تعداد	1100
صفحات	96
ہدیہ	60 روپے

﴿فہرست﴾

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
5	1) احتساب.....	
6	2) مرض مصنف.....	
8	3) سلطان حسین علیہ السلام کون ہیں؟.....	
13	4) سیدنا امیر معاویہ علیہ السلام پر افتراء.....	
16	5) الصلوٰۃ اخیر من النوم حضور ﷺ نے اذان میں کہلوایا.....	☆
20	6) غامی کون ہے؟.....	☆
27	احتساب خلیفہ.....	☆
28	7) دعوت زوالعشرہ کیا تھی؟.....	☆
30	8) رسول اللہ ﷺ نے جنہیں بھائی فرمایا.....	☆
34	9) قلیل الروایت کی وجہ!.....	☆
37	10) اختلاف کیا تھا؟.....	☆
42	11) حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا قول مبارک.....	☆
45	12) امام ابو زر عمام سلم کے استاد کا قول مبارک.....	☆
47	13) شیعہ قرآن نے کسے کہا؟.....	☆
50	14) رسول خدا ﷺ کی زبان مبارک سے اہلسنت کا فہم.....	☆
51	15) اہلسنت کی تعریف حضرت علی علیہ السلام کی زبان سے.....	☆

54	﴿16﴾ ایک انفرادی تردید..... ﴿﴾	☆
57	﴿17﴾ حضرت علی ؑ جنگوں میں شریک کیوں نہ ہوئے..... ﴿﴾	☆
62	﴿18﴾ جس جگہ کی مٹی وہیں تدفین..... ﴿﴾	☆
65	﴿19﴾ میرا شاہانہاء ﴿﴾	☆
68	﴿20﴾ جمل وصفین میں قتال کرنے والے..... ﴿﴾	☆
70	﴿21﴾ ایک عہد اعتراض کا تحقیقی جواب..... ﴿﴾	☆
79	﴿22﴾ صحابہ ؓ معیار حق ہیں..... ﴿﴾	☆
86	﴿23﴾ صحابہ کرام ؓ معیار حق حدیث شریف کی روشنی میں... ﴿﴾	☆
90	﴿24﴾ حضرت علی ؑ کے نزدیک صحابہ کرام معیار حق ہیں... ﴿﴾	☆
91	﴿25﴾ حضرت عثمان ؓ کی متعلق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشادات... ﴿﴾	☆
94	﴿26﴾ شکر یہ..... ﴿﴾	☆
		☆

انتساب



فقیر اپنی اس کوشش کو

مرشدِ گرامی، جلال الملتہ والدین، شیخ المحدثین، حافظ الحدیث

حضرت علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی قادری

آستانہ عالیہ بمکھی شریف ضلع منڈی بہاؤ الدین

کے اسم گرامی سے منسوب کرتا ہے

جن کی تربیت اور فیضان نے فقیر کو خدمتِ دین کے قابل بنایا

مگر قبول اقتد ہے عود شرف

مقبول احمد جلالی رضوی

عرضِ مُصَنَّف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ آمِينَ

واضح ہو! کچھ عرصہ ہوا شیعہ بابر علی خاں ساکن اسلام پورہ باغ سیداں لالہ مویٰ
ضلع گجرات کا ایک کتابچہ جس کا نام ”موت فکر دینی“ ہے۔ جس میں انہوں نے
شیعوں کی طرف سے اہل اسلام کے خلاف اٹھائے گئے اٹھارہ سوالات کا جواب
اہلسنت وجماعت سے طلب کیا ہے۔ حضرت علامہ مولانا محمد صادق دامت برکاتہ
العالیہ خطیب قادری آباو ضلع گجرات نے اس عاجز کو روانہ کیا۔ چنانچہ بندہ نے تمام
سوالات کا جواب کتب مسلمہ فریقین (اہل سنت وشیعہ) سے انتہائی ویانت واری اور
خلوص سے دینے کی کوشش کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعا ہے کہ وہ صدقہ
اپنے محبوب کریم ﷺ کا جناب بابر علی خاں اور دیگر قارئین کرام کے لئے ہدایت
اور بصیرت کا موجب بنائے..... آمین۔

۔ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

اور سوالات کا جواب تحریر کرتے وقت اس بات کا پوری طرح خیال رکھا گیا ہے
کہ کسی کی دل آزاری یا خفگی نہ ہو۔ اور نہ ہی اس ارادہ سے اس موجب نجات کام کو

شروع کیا گیا ہے۔ تاہم اگر کہیں کوئی ایسا مجملہ درج ہو گیا ہو تو راقم الحروف معذرت خواہ ہے علاوہ ازیں معزز قارئین سے التماس ہے کہ اگر کتاب میں کسی جگہ علمی اور ادبی غلطی دیکھیں تو اس عاجز کو آگاہ فرمادیں۔

نہ گنی عیب گرتو بتوانی ☆ کہ دروخلہ پوشانی

مقبول احمد جلالی رضوی

قاتلانِ حسین کون ہیں؟

سوال ﴿نمبر 1﴾ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کو بقول عام ملاں کے شیعوں نے شہید کیا، تو اہل سنت نے امام مظلوم کی مدد کیوں نہ کی جب کہ لاکھوں نہیں کر ڈوں کی تعداد میں اہل سنت موجود تھے۔

﴿حوالہ ”دعوتِ فکر دینی“ مصنفہ بابر علی شیعہ صفحہ نمبر ۳﴾

جواب ﴿﴾ لاؤ تو قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں

کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

قبل ازیں کہ ثابت کیا جائے کہ سیدنا حضرت حسین بن علی علیہ السلام کے قتل کے ذمہ دار کون ہیں اہل سنت یا شیعہ؟ راقم الحروف یہی سوال شیعوں سے کرتا ہے اور دیکھئے کہ شیعہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ میں پوچھتا ہوں کہ شیعہ اس وقت کہاں تھے؟ شیعوں نے حضرت حسین علیہ السلام کی مدد کیوں نہ کی؟ کیا شیعوں نے اس بات پر کبھی غور کیا کہ جو سوال وہ اہلسنت سے کرتے ہیں وہی سوال اگر کوئی ان پر کرے تو وہ اس کا کیا جواب دیں گے بابر صاحب اگر آپ میں ہمت یا صداقت کا ذرہ ہے تو اس کا جواب دیں اور ٹال مٹول کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بات دراصل یہ ہے کہ سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام عراق کے مشہور قصبہ کوفہ کے مضافات میں واقع میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ جبکہ وہ علاقہ خالصتاً شیعوں کا تھا۔ اگر کوئی وہاں اکا و کاسی تھا بھی تو اس نے اپنی حیثیت کے مطابق امام علیہ السلام کی مدد کی، جیسا کہ ہانی بن عروہ وغیرہ۔ اگر سیدنا

حسین بن علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ یا مکہ پاک میں شہید ہوتے تو البتہ شیعوں کا یہ سوال قدرے قابل التفات تھا کیوں کہ حجاز مقدس یعنی مکہ پاک اور مدینہ طیبہ میں اہلسنت و جماعت کے بزرگ موجود تھے اور پوری دُنیا جانتی ہے اور کتب فریقین (سنی شیعہ کتب) اس بات سے بھری پڑی ہیں کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام علیہم السلام الرضوان جو کہ اہل سنت و جماعت کے بزرگ ہیں ان سب نے حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو کوفہ جانے سے بڑی شد و مد سے منع فرمایا اور جو کچھ ہوا اس خطرہ سے قبل از وقت ان کو آگاہ کیا۔ اس کے برعکس شیعوں نے حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ان گنت و بے شمار خطوط لکھ کر پہلے تو ان سے مدینہ طیبہ کی سکونت ترک کروائی اور مکہ معظمہ میں عین حج کے دنوں میں حج تک نہ کرنے دیا کوفہ بلا کر رستے میں ہی شہید کر دیا۔

فَاَتُوا بِرُهَا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

۔ بے ادب کون تھا ظلم کمایا کس نے؟

ابن حیدر کو کوفہ بلایا کس نے؟

اے قوم روافض! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ شیعوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کون سی مدد کی اور کتنے شیعہ آپ کے ساتھ قتل ہوئے اور کتنوں نے آپ کے پانی کا انتقام کیا جب کہ کوفہ میں کثیر التعداد شیعہ تھے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا چاہتا ہے اب سنیے کہ آپ کو خطوط کن لوگوں نے لکھ کر کوفہ میں بلایا اور آپ کے آنے پر کس بے حیائی اور بے وفائی کا ثبوت دیا چنانچہ مثلاً باقر مجلسی اپنی کتاب ”جلاء العیون“ کے ص ۳۵۸ پر ۱۵۰ خطوط کا مضمون بایں الفاظ تحریر کرتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

”گنیں عریضہ اینست بغدادت حسین بن علی از شیعیان و

فدویان و مخلصان آنحضرت“

ترجمہ:- یہ عریضہ شیعوں فدویوں اور مخلصوں کی طرف سے

بخدمت حسین بن علی ہے

اور شیخ عباس قمی اپنی معتبر ترین کتاب ”مقتبی الامال ص ۲۳۸“ پر قمر ازیں ہیں۔

بدایں کہ چٹوں حضرت امام حسن علیہ السلام بر ریاض قدس
ارتحال نمود شیعیان در عراق بعصرکت و آمدہ و عریضہ ہما
حضرت امام حسین نوشتند

ترجمہ:- جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو سد حارے تو شیعیان عراق حرکت میں آئے
اور بہت سے خطوط حضرت امام حسین کی طرف لکھے۔

اور عینہ یہی عبارت شیعہ مصنف ملا باقر مجلسی نے ”جلاء العیون ص ۲۸۹“ میں
تحریر کی ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین کو شیعوں نے کثیر التعداد و تاکید خطوط لکھ کر
بکلیا۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بلانے والے شیعہ تھے کیا دنیا بھر کے شیعہ جمع ہو کر
ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اہل سنت نے خط لکھ کر بکلیا یا اور آپ کے
تشریف لانے پر انتہائی قساوت قلبی و سفاکی سے آپ کو اور آپ کی اولاد و اطہار و رفقاء کو
شہید کر دیا۔ یا دیکھیے اقامت آسکتی ہے مگر شیعہ اس بات کو کبھی ثابت نہیں کر سکتے اور
یا دے کہ بوقت جواب دادن جس طرح ہم نے معتبر ترین کتب شیعہ سے ثابت کیا
ہے اسی طرح مستند کتب اہل سنت سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے والوں کا
اہل سنت ہونا ثابت کرنا ہوگا ورنہ جواب تصور نہیں کیا جائے گا۔ مزید سنئے کہ حضرت
امام حسین رضی اللہ عنہ خود اپنے قاتلین کو شیعہ فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ ”جلاء العیون“ ص ۲۲۱
پر مصنف ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ جب آپ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو آپ
نے خطبہ ارشاد فرمایا، اصل عبارت پیش کی جاتی ہے۔

پس حضرت اصحاب خود را جمع کر دو فرمود کہ
خبر ما رسید کہ مسلم بن عقیل وہابی و عبداللہ یقطر
شہید کردہ شیعیان ما دست از یاری ما برداشتہ اند ہر کہ
خواہد از ما بخدا شود برو حرف نیست

ترجمہ:- پس حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ
مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل دھانی و عبداللہ یقطر کو شہید کر دیا گیا ہے اور شیعوں نے
ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لیا ہے جو چاہتا ہے ہم سے الگ ہو جائے اُس پر کوئی اعتراض
نہیں ہے

اور یہی عبارت ”قتلی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی ص ۲۳۸“ پر موجود ہے۔
مذکور خطبہ امام حسین سے بلا شک و شبہ ثابت ہو گیا کہ قاتلان حسین شیعہ ہیں اور
یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ نے خود اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ قاتلان حسین شیعہ ہیں
اور کرتے بھی کیوں نہ جب کہ خود حضرت حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم کو شیعوں نے
قتل کیا۔ ملاحظہ ہو ”صافی شرح اصول کافی“ مصنفہ ملا خلیل قدوینی۔

باعث کشتہ شدن ایشان صلوة اللہ علیہم تقصیر
شیعہ امامیہ است از تقیہ و مانند آن از مصالح
ترجمہ:- ان کے (یعنی شہدائے کربلا کے) قتل ہونے کا باعث
شیعہ امامیہ کا قصور ہے، تقیہ سے

یعنی قتل حضرت حسین علیہ السلام پر شیعوں کو بزرگم خویش کوئی گناہ نہیں ہوا بلکہ ثواب
ہوا کیونکہ انہوں نے اس معاملہ میں تقیہ پر عمل کیا ہے جو کہ شیعہ مذہب میں بہت بڑی
عبادت ہے، چونکہ یہ مذہب دنیا میں صرف اسی لیے بنایا گیا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے دین کے ساتھ جس قدر بھی ہو سکے دشمنی کر کے اہل ایمان کو دین سے بے دین بنایا

جائے۔ اس لیے ایسے من گھڑت خلاف کتاب وسنت مسائل اختراع کئے گئے جن کو دیکھ کر شیطان بھی دادِ شجاعت دینے لگا اور واقعی مذہبِ شیعہ کے بانی شیطان سے بازی لے جانے میں اوّل نمبر رہے۔ آخر میں ”قاتلین امام حسین علیہ السلام کا شناختی نشان“ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

پس لایست و علم دیگر دینزد من ایندلا لایست اولین سیاہ
ترو تیرہ تر و مثل اقل جواب گویند سرا پس گویم کہ من دو چیز
بزرگ در میان شما گناہ شتم چہ کردید با آدما گویند کہ کتاب خدا را
مخالفت کردیم و حضرت تراباری نہ کردیم و ایشاں را کشتیم
راوندہ ویرا گندہ کردیم پس گویم کہ دور شوید از من پس برگردند از
کوثر باللب تشنه و روہای سیاہ۔

﴿جلامعین ص ۳۵۹﴾

ترجمہ:- نبی کریم ﷺ نے فرمایا دوسرا جھنڈا میرے پاس آئے گا جو پہلے جھنڈے سے زیادہ سیاہ ہوگا اور بہت کالا ہوگا اور پہلوں کی طرح مجھے جواب دیں گے پھر میں کہوں گا کہ میں دو چیزیں بزرگ چھوڑ آیا تھا تم نے ان سے کیا برتاؤ کیا وہ کہیں گے کہ خدا کی کتاب کی ہم نے مخالفت کی اور تیری حضرت کی ہم نے امداد نہ کی اور ان کو ہم نے قتل کیا اور برباد کیا میں کہوں گا مجھ سے دور ہو جاؤ تو وہ سیاہ زو حوضِ کوثر سے چلے جائیں گے۔

اس موضوع پر راقم الحروف کے پاس سینکڑوں حوالہ جات موجود ہیں۔ پوئیکہ جواب مختصر مقصود ہے۔ اس لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر افترا

سوال ﴿نمبر 2﴾ اگر حضرت عائشہ صدیقہ کونہ ماننے والا جہنمی ہے تو اس بی بی کا قاتل کیوں رضی اللہ عنہ رہ سکتا ہے۔ مہربانی کر کے ”تاریخ اسلام“ جلد دوم ص ۴۴ نجیب آبادی ملاحظہ کر کے فتویٰ صادر فرمائیں۔

﴿بحوالہ ”دعوتِ مکرر دینی“ مصنفہ بابر علی شیعہ ص ۳﴾

جواب ﴿۱﴾ اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری تھیں اور تمام ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام از روئے قرآن ملاحظہ ہو

”النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ“

ترجمہ:- نبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنین کی جانوں کا ان سے زیادہ اختیار رکھنے والا ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیتِ محکمہ سے میں ازواجِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان کی مائیں فرمایا اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

”يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتُ عَنْكَ أَحَدًا مِنَ النِّسَاءِ“ ﴿پ ۲۲، احزاب ۳۲﴾

ترجمہ:- اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

یعنی تم جہان کی عورتوں سے مقام، شان اور مرتبے کے لحاظ سے اعلیٰ والفضل ہو اور ”سورہ نور“ جو کہ نازل ہی جناب سیدہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی شان میں ہوئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے سیدہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے گستاخوں کو منافق اور ملعون فرمایا نیز

ایک واضح اصول بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ مرد کی شان کے مطابق زوجہ عطا فرماتا ہے اور عورت کو اس کی شان کے مطابق عطا دے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

الْغَيْبُ لِلْغَيْبِ وَالْغَيْبُ لِلْغَيْبِ وَالطَّيِّبُ لِلطَّيِّبِ وَالطَّيِّبُ لِلطَّيِّبِ
وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبِ أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

ترجمہ:- ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے ہیں اور پاک (دامن) عورتیں پاک (دامن) مردوں کے لیے اور پاک (دامن) مرد پاک (دامن) عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ مبراہیں ان (تہمتوں) سے جو وہ (ناپاک) لگاتے ہیں۔ ان کے لئے ہی (اللہ کی) بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے۔
اس آیت پاک کی تفسیر کرتے ہوئے شیعہ مفسر ملاح اللہ کاشانی اپنی کتاب ”خلاصۃ المنج“ میں رقمطراز ہے کہ

جہاں گفتم کہ مرداں است کہ دامن ناپاک برائے مرداں ناپاکند
و مرداں دامن پاک را غیب بدیشاں و دامن پاک برائے مرداں
پاکند و مرداں پاک مائل بدیشاں و ایں قول از ابو جعفر و ابو عبد اللہ
علیہ السلام و علیہ السلام ابانہ ما یز ما ثور است حاصل آہ آں
است کہ جنسیت بسبب الفت صحبت است
و جنوں سید عالم ﷺ پر پاک ترین موجود است پس اولوج
اونیہ مرالہتہ ہر پاک و پاکیزہ اندازہ اندازہ ہر پاک و پاکیزہ۔

ترجمہ:- اور جہاں نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ناپاک عورتیں مردوں کے لیے
ہیں اور ناپاک مردان کی طرف راغب اور پاک عورتیں واسطے پاک مردوں کے
اور پاک مردوں کا میلان پاک عورتوں کی طرف ہے اور یہ قول لفظ جعفر امام محمد باقر و ابو

عبداللہ امام جعفر صادق علیہما السلام وعلیٰ ابائہما سے بھی منقول ہے۔ آیت کا حاصل یہ ہے کہ جنسیتِ صحبت کی اُلفت کا سبب ہے اور جب سید عالم علیہ السلام تمام موجودات سے زیادہ پاک ہیں تو آپ کی ازواج بھی لازماً پاک اور پاکیزہ ہیں ہر شائبہ بدکاری سے اور بعینہ یہ روایت ملا محسن رضا کا شانی نے اپنی مایہ ناز کتاب ”تفسیر صافی“ میں اسی آیت کے تحت نقل کی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ ”نفقہ جعفریہ کا نام لینے والے“ ان دو وحید اماموں کے ارشادات گرامی کا کیا احترام کرتے ہیں؟ آیا اس پر ایمان لا کر انکی محبت و عقیدت کا ثبوت دیتے ہیں یا کہ اس کو بھی اپنی عادت قدیمہ کے مطابق تقیہ پر محمول کر کے ان سے عداوت و عناد کا اظہار کرتے ہیں۔ معزز قارئین کرام ازواجِ مطہرات کو جو شرف اور قرب اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے وہ خدا کی ساری مخلوقات میں سے کسی کو نہیں ملا اور نہ تا قیام قیامت ملنے کا امکان ہے یہ ان کی جزوی فضیلت ہے تمام کائنات عالم پر۔ تو پس اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دشمن اور گستاخ منکرِ قرآن ہونے کی وجہ سے خالص کافر و منافق، لعنتی اور مردود ہے۔ رہی وہ روایت تاریخی جس کی طرف بابر صاحب نے اشارہ کیا ہے تو وہ سراسر جھوٹ اور روافض کا افتراء ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ”اور ان کی (مائی صاحبہ کی) وفات ۸۷ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر مبارک چھیاٹھ سال کی تھی اور وصیت فرمائی تھی کہ رات کے وقت بخت البقیع میں دفن کیا جائے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات طبعی تھی یہ جو کہتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھود کر اوپر سے بند کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ضیافت کے لیے بلایا تو وہ اس میں گر پڑیں اور رحلت فرما گئیں یہ روافض کا جھوٹ و افتراء ہے۔“ مدارج النبوت فارسی ج ۲، ص ۳۶۸۔ معلوم ہوا کہ وہ تاریخی روایت شیعوں کی گھڑی ہوئی ہے جو کہ قطعاً ناقابلِ بحث ہے۔

الصلوة خير من النوم حضور ﷺ نے اذان میں کہلویا

سوال ﴿نمبر 3:﴾ کیا کسی آدمی کو دین میں کسی بیشی کرنے کا اختیار یا حق ہے اگر نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ”الصلوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ نماز تراویح باجماعت، چار تکبیروں پر نماز جنازہ، حرام قرار دینا، تین طلاق جو ایک ساتھ دی جائیں بائن قرار دینا اور قیاس کو اصول قائم کرنا کہاں تک درست ہے اور کیا یہ صراحتاً مداخلت فی الدین نہیں ہے؟ ﴿بحوالہ ”دعوتِ نگر دینی“ مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ص ۳﴾

جواب ﴿﴾ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کے بعد کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ دین میں کسی بیشی کرے۔ یہ عقیدہ تمام اہل ایمان کا ہے اور ایسا کرنے والا (یعنی دین میں کسی بیشی) یقیناً بدعتی اور مُلحد ہے اور یہ کہنا کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اذان میں ”الصلوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ“ کا اضافہ کیا ہے۔ نیز نماز جنازہ پر چار تکبیریں، حرمتِ تعدد اور تین طلاق کا ایک ہی مجلس میں بائن قرار دینا امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مداخلت فی الدین ہے کتاب وسنت سے لاعلمی کی زبردست دلیل ہے بلکہ مذکورہ احکام قرآن شریف وحدیثِ شریف سے واضح طور پر ثابت ہیں۔ بخوفِ طوالت تفصیلاً تحریر نہیں کیا جاتا اور اگر آپ کی بات جو کہ سراسر باطل ہے تسلیم بھی کر لی جائے تو بھی از روئے قرآن وسنت خلفائے راشدین علیہم الرضوان کی اطاعت واجب ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنی اور اپنے خلفاء کی سنت کو لازم قرار دیا، حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

”عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّتِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّينَ“

ترجمہ: تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین المہدیین کی سنت پر عمل کرنا ہے
حدیث: ”وَعَنْ حَذِيفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لَأَدْرِي مَا بَقَانِي
فِيكُمْ فَأَتَقَدُّ وَأَهَابُ لِلَّذِينَ مِنْ بَعْدِي ابْنِي بَكْرٍ وَعُمَرُ“

﴿مکتوہ شریف ص ۵۶۰﴾

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں نہیں جانتا کہ تم میں میری بقا کتنی ہے پس میرے بعد والوں کی پیروی کرو یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اور کیا مجھے آپ سے بھی سوال کرنے کا حق ہے اور میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کہیں یہ دکھا سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں بھی یہی اذان دی جاتی تھی جو کہ آج شیعہ اپنی مساجد اور امام باڑوں میں دیتے ہیں اگر یہی اذان تھی تو دکھاؤ کہاں لکھی ہوئی ہے اور اگر نہیں تھی اور یقیناً نہیں تھی تو شیعوں کو یہ حق کس نے دے دیا کہ اذان جو کہ شعائر اسلام میں سے ہے اس میں اپنی مرضی کے مطابق آئے دن کتاب و سنت کے خلاف الفاظ اور جملے داخل کرتے چلے جائیں؟ مگر یاد رکھو کہ تاقیام قیامت شیعہ اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے کہ عہد رسالت میں یہی اذان موجود تھی ائمہ اہل بیت میں سے کسی امام کے زمانہ میں، اور زمانہ تو کیا کسی امام کے قول و فعل سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ راقم الحروف کا دعویٰ ہے کہ تمام دنیا کے رافضی جمع ہو کر کسی کتاب سے یہ نہیں دکھا سکتے کہ یہ اذان جو کہ اب شیعہ پڑھتے ہیں نئی پاک کے یا ائمہ اہلبیت کے زمانہ میں کسی نے پڑھی ہو بلکہ اس کے برعکس شیعوں کی صحاح اربعہ میں موجود ہے کہ جو شخص اذان میں علی ولیی کہتا ہے وہ لعنتی ہے۔“
”وَالْمَفْضُوفَةُ لِحَقِّهِمْ اللَّهُ قَدْ دَعَا خَلَاءُ أَوْزَادِ وَانِ الْأَذَانَ مُحَمَّدًا لِي مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ مَرَّتَيْنِ وَفِي بَعْضٍ رَدَّيَا تَحْمِمْ بَعْدَ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، اِهْتَدِ انْ عَلِيًّا وَلِيَّ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ“ حوالہ ”من لا

محضرہ الفقیہ "۹۳ باب الاذان واقامت۔

ترجمہ:- فرقہ مفوضہ نے کہ اللہ ان پر لعنت کرے۔ کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے دل سے گھڑیں اور اذان میں "محمد وال محمد خیر البریۃ" و مرتبہ پڑھایا اور ان ہی کی بعض روایات میں "اشھدان محمد رسول اللہ" کے بعد "اشھدان علی و لیس اللہ" دو دفعہ موجود ہے۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ یہ تمام مذہب شیعہ کا ڈھانچہ یعنی ماتم، تابوت، گھوڑا اور علم و تعزیر کا دخول و خروج یہ تمام کام دین ہیں یا نہیں؟ اگر دین ہیں تو عہد رسالت میں ان کا وجود ثابت کرو اور دکھاؤ کہ یہ تمام چیزیں اس وقت موجود تھیں اگر کہو کہ یہ دین نہیں ہے تو ازارہ کرم امت مسلمہ پر رحم کرتے ہوئے اعلان کر دو کہ اے گروہ شیعہ کیوں جھگڑتے ہو یہ امور تو سراسر حرام ان کو دین متین سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کیوں آئے دن ان امور ممنوعہ کی وجہ سے دنیا و فساد پھیلاتے ہو اور ان حرام امور کی حمایت کر کے دین سے بے دین ہو رہے ہو؟ یہ فیصلہ آپ کے انصاف پر چھوڑتا ہوں اگرچہ امید انصاف ندارم! آخر میں سنیہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مطابق صبح کی اذان میں جو کلمات پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو جواز ان حضور ﷺ نے تعلیم فرمائی اس میں یہ بھی فرمایا "فان کان صلوة الصبح قلت الصلوة محمد من النور" (مشکوٰۃ شریف۔ باب الاذان ۶۳) ترجمہ: پس اگر صبح کی اذان ہو تو "الصلوة محمد من النور" و مرتبہ کہ لے، نیز حضور ﷺ ایک مرتبہ آرام فرما رہے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دروازے پر آکر "الصلوة محمد من النور" کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ما احسن هذا یا بلال اجعله فی اذانک" بلال کیا اسی اچھا کلمہ ہے اسے اذان میں شامل کر لو۔ (الحکم الکبیر ج ۱، ص ۳۵۵، رقم: ۱۰۸۱) اور مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ "وذاک بلال فی نداء صلاۃ الفجر الصلوة محمد من النور فاقرها فی اللہ ﷺ" حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان میں الصلوة محمد من النور پڑھا

تو حضور ﷺ نے اسے پسند فرمایا اور بحال رکھنے کا حکم فرمایا۔

﴿مسند ابویعلیٰ موصلی، ج ۵، ص ۶۸، ۹۰، ۵۴﴾

علاوہ ازیں کئی کتب احادیث میں یہ حدیث موجود ہے۔ اور اس سے آپ کو اس قدر چڑکیوں ہے جب کہ آپ کی کتاب ”من لا یحضرہ الفقیہ“ ۹۳ باب الاذان و اقامت میں موجود ہے کہ فرمایا امام جعفر علیہ السلام نے کہ

وَلَا هَاسَ انْ یَقَالَ فِی صَلَوةِ الْغَدَاةِ عَلٰی الْاِثْرِ حَتّٰی عَلٰی خَمْرِ الْعَمَلِ
الصَّلَوةُ خَمْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَیْنِ

ترجمہ:- اگر صبح کی اذان میں ”حَتّٰی عَلٰی خَمْرِ الْعَمَلِ“ کے بعد
”الصَّلَوةُ خَمْرٌ مِّنَ النَّوْمِ“ دو مرتبہ کہا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

خاطی کون؟

سوال ﴿نمبر 4:﴾ اصول فلسفہ ہے کہ کسی ایک چیز کے متعلق اگر دو آدمی آپس میں جھگڑ پڑیں تو دونوں جھوٹے ہو سکتے ہیں مگر دونوں سچ نہیں ہو سکتے۔ جب ایسا ہے تو جبِ جل اور جبِ صفین کے طرفین کے بارے میں دونوں کس طرح سچ ہیں جو صاحبِ غلطی پر تھے ان کی نشان دہی تو کرو کہ فلاں بزرگ سے خطا ہوئی کیا قاتل و مقتول دونوں جنت میں جائیں گے ﴿دعوتِ مکرّمی ص ۴﴾ (استغفر اللہ)۔

جواب ﴿یہ سوال بھی سراسر جہالت پر مبنی ہے کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کا واقعہ جو کہ قرآن شریف میں ہے کیا اسکا یہی جواب ہے کہ ان میں سے معاذ اللہ کون جھوٹا اور کون سچا ہے۔ کیونکہ یہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو واڑھی اور سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا تو بتائیے کہ آپ کے اس خود ساختہ اصول کے مطابق کس کو حق پر اور کس کو باطل پر کہیں گے۔ جبکہ دونوں عظیم الشان پیغمبر ہیں۔

”وَإِذْ أَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ“ (الآیت)

ترجمہ:- اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔

”قَالَ يَبْنَؤُا لَّا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي“

ترجمہ:- اے میرے ماں جائے نہ میری واڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کے بال۔

دور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بعض معاملات میں اختلاف کے بارے میں کیا فیصلہ دیتے ہو جو کہ شیعہ اور تاریخ میں موجود ہے اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما

کے جھگڑے کے بارے میں فرمائیے کیا حکم ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے
 ”جلاء العیون مصنفہ ملا باقر مجلسی شیعہ مجتہد ۶۷۶ تا ۷۷۷۔“

واقعہ (۱)۔ ابن بابویہ ہ۔ بسند معتبر روایت کردہ است کہ
 شخصے از حضرت صادق علیہ السلام پرسید کہ آیا آتش الہیے جنانہ
 میں تو اس بُرد و مرجہ۔ مرہ و قندیل و امثال آن باجنائے تو اس بُرد
 پس رنگ نہارک حضرت متغیتر شد فرمود کہ یکے الاشقیاء
 بہ نزد حضرت فاطمہ ہ۔ نہ را علیہ السلام کہ دو گشت علمی ابن
 طالب علیہ السلام دختہ را ابو جہل را خواستگاری نہ۔ و حضرت
 فاطمہ علیہ السلام آں ملعونوں را سو گند داد آں ملعون سہ مرتبہ سو گند داد
 کہ رو کہ آدھ ہ۔ مے گویم حق است حضرت فاطمہ علیہ السلام بسیار
 متغیتر شد نہرا کہ درجہ است زنان غیرتے حق تعالیٰ قرار
 دادہ۔ چنانچہ ہر مرداں حماد واجب گردایندہ و از برای زیکہ
 باوجود غیرت صبر کند ثوابے مقرر فرمودہ مثل ثواب کسے کہ
 مرابطہ کند ہر سہر حید مسلماناں از برای خدایس غم فاطمہ علیہ السلام
 شدہ شد و در تفکیر نہ اند و تا شب شد چوں شب درآمد
 حضرت امام حسن علیہ السلام را ہر دوش راست و جناب امام
 حسین علیہ السلام را ہر دوش چپ گرفتہ دست و دست ام
 کلثوم علیہا السلام را بدست راست خود گرفتہ بہ چہرہ پدید رفت
 چوں حضرت امیر بعہرہ درآمد حضرت فاطمہ علیہ السلام را آنجا دید
 غم آنحضرت علیہ السلام شدہ شد و بسیار عظیم نود بر او سہب
 آن حالت ماند است شرم کرد کہ آں حضرت را از خانہ

پہر خود طلب نماید پس بیرون آمد بسوی مسجد در نماز کرد
 بسیار پس بعضی رنگ مسجد را جمع کرد و بر آن تکیہ فرمود،
 چوں حضرت رسالت خزن فاطمہ علیہا السلام را مشاهده نمود غسل
 کرد و جامہ پوشیدہ مسجد درآمد و پیوستہ در مسجد نماز کرد و
 مشغول نكوع و سجود بود ہر دو ركعت نماز را کہ ادا می کرد لاحق
 تعالیٰ سوال می نمود کہ حزن فاطمہ علیہا السلام را تا ازل گردد نہ را کہ
 دقتی کہ از خانہ بیرون آمد فاطمہ علیہا السلام را دید کہ بہ بلو بہ پہلو می
 گردید و دالہ ہائے بلند می کرد چوں حضرت دید کہ او را خواب
 دہی برد و قرار نمی گیرد فرمود کہ ہر خیزای دختر گرامی،
 چوں ہر خاست حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن علیہ السلام را
 برداشت و حضرت فاطمہ علیہا السلام جناب امام حسین علیہ السلام را ہر
 داشت و دست ام کلثوم علیہا السلام را گرفت و از خانہ بسوی
 مسجد آمد نہ تا آنکہ نزدیک حضرت امیر المومنین علیہ السلام رسیدہ
 و او را خواب بود پس حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہائے خود بر پائے
 حضرت امیر المومنین علیہ السلام گذاشت و فشرود و فرمود کہ "ہر
 خیزای ابو تراب ہر ساکنے را از جابد آوردہ برد و ابو بکر و
 عمر و طلحہ رضی اللہ عنہما را بطلمب حضرت امیر رفت و ابو
 بکر رضی اللہ عنہ را از خانہ بیرون آورد چوں نزد حضرت حاضر گردید نہ
 حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یا علی مگر نیدانی کہ فاطمہ علیہا السلام
 پانہ از تن من است و من از او پس ہر کہ او را آثار کند مرا
 آثار کردہ است و ہر کہ او را آثار کند بعد از وفات من چندان

است کہ آثار کردہ است اور ادر حیات من ہر
کہ اور آثار کند در حیات من چنان است کہ او آثار کردہ باشد
بعد از مرگ من حضرت امیر عرض کرد بلے چنیس است
یا رسول اللہ ﷺ " حضرت رسول فرمود پس ترا چہ
باعث شد کہ چنیس کہائے کردی حضرت امیر الہ
منین ﷺ فرمود " بخدا شکہ ترا براستی بخلق فرستادہ
است سو گندار دے کنم کہ ہیچ یک اذہنہا کہ بغافلہ فی اللہ رسیدہ
است واقع نیست و بغافلہ من خطور نکردہ است۔

ترجمہ:- ابن بابویہ نے معتبر سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کیا جنازہ کے ساتھ آگ لے جانا درست
ہے یا نہیں پس حضرت امام علیہ السلام کا رنگ تغیر ہو گیا یعنی ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ
ایک بد بخت حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس آیا اور کہا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام، ابو جہل
کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور منگنی کر لی ہے۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اس ملعون
سے قسم طلب کی۔ اس ملعون نے تین مرتبہ قسم کھائی کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے۔
حضرت فاطمہ علیہا السلام سخت غمناک ہو گئیں اور غیرت کی وجہ سے آپ کا دل زخمی ہو
گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی فطرت میں غیرت رکھ دی ہے جیسا کہ
مردوں پر جہاد واجب کر دیا ہے اور جو عورت غیرت کے موقع پر صبر کر جائے اس کے
لئے ثواب مقرر کیا ہے جتنا کہ اس غازی کو ملتا ہے جو مسلمانوں کی سرحد کی حفاظت
میں خدا کی رضا مندی کے لیے بیٹھا ہوا ہے پھر حضرت فاطمہ علیہا السلام کا غم بہت زیادہ ہو
گیا اور آپ سارا دن فکر میں رہیں یہاں تک کہ رات داخل ہو گئی تو حضرت فاطمہ
علیہا السلام نے امام حسن علیہ السلام کو دائیں اور امام حسین علیہ السلام کو بائیں بازو پر اٹھایا اور ائم کثوم

ﷺ کے ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا اور اپنے باپ کے گھر چلی گئیں۔ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لے آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں نہ دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت غمناک ہوئے اور اس حادثے کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو انکے باپ کے گھر سے بلانے میں شرم و انکسار ہوئی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں چلے گئے اور بہت نمازیں پڑھیں۔ پھر مسجد کی ریت جمع کر کے سر ہانہ بنایا اور لیٹ گئے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ کے غم کا مشاہدہ کیا تو حائل کیا اور نئے کپڑے پہن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور بہت نمازیں پڑھیں اور رکوع و سجود میں مشغول رہے ہر دو گانے کے بعد خدا تعالیٰ سے سوال کرتے تھے کہ فاطمہ کے غم کو زائل کرے۔ یہ اس لیے کہ جس وقت حضور نبی کریم ﷺ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سخت بے چمن دیکھا تھا بے چینی کے سبب سے کروٹیں بدلتی تھیں اور لمبی لمبی آہیں بھرتی تھیں۔ جب حضرت نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نیند نہیں آتی اور سخت بے آرامی ہے۔ تو فرمایا اے میری پیاری بیٹی اٹھ کھڑی ہو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اٹھ کھڑی ہوئیں پس حضور نبی کریم ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھالیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھالیا اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لے آئے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے در آنحالیہ آپ نیند میں تھے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے پاؤں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر رکھ کر دیا اور فرمایا کہ ”اٹھ اے ابو تراب بہت سے گھروں میں بسنے والوں کو تو نے خانہ بدر کیا ہے، جا اور ابو بکر، عمر اور طلحہ رضی اللہ عنہم کو بلا کے لے آ۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ان کے گھروں سے بلا کے لے آئے۔ جب دونوں نبی کریم ﷺ کے یہاں حاضر ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ کیا تو نہیں جانتا کہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے بدن کا ٹکڑا ہے اور میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ پس جو شخص فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دکھ دیتا ہے وہ مجھ کو دکھ دیتا ہے اور جو شخص فاطمہ رضی اللہ عنہا کو میری وفات کے بعد دکھ دیوے گا وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے میری زندگی میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دکھ دیا اور جو شخص میری زندگی میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آزر دہ کرے، وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے میرے مرنے کے بعد دکھ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ واقعی اسی طرح ہے یا رسول اللہ۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے لیے کیا چیز اس کا روائی کا باعث ہوئی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو ساری مخلوقات کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے جو کچھ کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا ہے۔ ان باتوں میں سے کوئی بات واقع نہیں ہوئی اور میرے دل میں اس چیز کا خیال بھی نہیں آیا۔“

واقعہ (نمبر ۲): ملاحظہ ہو ”احتجاج طبری“ مطبوعہ نجف اشرف صفحہ ۶۵، ۶۶ نیز ”ناخ التواریخ“ جلد چہارم از کتاب دوم ص ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱۔

”ارضی فدک واپس دلوانے میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی امداد نہ کی اور گھر میں بیٹھے رہے تو آپ نے فرمایا:

یا بن ابی طالب اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنن

اے پسر ابوطالب بغورِ شستن بشلہ درہید چیدی مانند جنین در رحم وروی

از خلق نہفتی چوں مرد متہم

ترجمہ:- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے ابوطالب کے بیٹے، چادروں کے

اندر ٹھپ گئے جیسا کہ رحم کے اندر بچہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور لوگوں سے چھپ کر بیٹھ

گئے ہو جیسا کہ تہمت والے لوگ آدمیوں سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔“

بابر صاحب فرمائیے مذکورہ بالا روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے کس کو جھوٹا اور کس کو

سچا کہیں گے؟

جعفر عن ابیه ان علیاً علیہ السلام کان یقول لاهل حرمہ انا لم نقاتل ہم علی التکفیر لہم ولم یقاتل ہم علی التکفیر لنا ولکننا رأینا انا علی حق وادوا انہم علی حق ﴿قرب الاسناد ص ۴۵﴾

ترجمہ:- جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک علی علیہ السلام اپنے عمار بن کے متعلق فرماتے تھے بیشک ہم ان سے اس لیے نہیں لڑے کہ وہ کافر تھے اور نہ ہی اس لیے کہ وہ ہم کو کافر کہتے تھے بلکہ وجہ یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا اور انہوں نے خود کو حق پر سمجھا۔

قارئین کرام: انصاف سے فرمائیے کہ ایسا واضح تر اور فیصلہ کن حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہوتے ہوئے بھی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے کہ ہم کسی کو سچا اور جھوٹا کہہ سکیں۔ اور الحمد للہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے اس ارشاد مبارک کے مطابق عین نظریہ اہل سنت ہے۔ کہ وہ سب بزرگ مجتہد تھے اور انہوں نے اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہوئے کوئی گناہ یا معصیت نہیں کی۔

اور بتائیے کہ حضرت علی علیہ السلام کو ابو تراب لقب ملنے کی کیا وجہ ہے؟ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں نیز حضرت عباس علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے اختلاف کے متعلق کیا فتویٰ ارشاد ہوتا ہے اور اسی طرح حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عقیل بن ابی طالب علیہ السلام برادر بزرگ سیدنا علی علیہ السلام کے متعلق کیا فیصلہ ہے؟ جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے مخالف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج میں شمولیت کر لی تھی۔ ثبوت کے لئے دیکھیے ”تاریخ اسلام“ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص ۴۵، اور بتائیے کہ یہ آپ کا خود ساختہ اصول آپ نے فلسفہ کی کس کتاب میں پڑھا۔ نام اور صفحہ تحریر فرمائیں۔

﴿جاؤ گے تم کہاں اہل سنت کو چھیڑ کر﴾

﴿رکھ دیں گے ہم ترے مذہب کے بچے ادھیڑ کر﴾

انتخاب خلیفہ

سوال ﴿نمبر 5:﴾ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ پیغمبر کے انتقال پر امت نے اپنے نبی کے جنازہ پر خلیفہ کے انتخاب کو فوقیت دی ہو اگر کوئی مثال ماسلف میں نہ ملے تو امت مصطفیٰ نے ایسا کرنا کیوں کر مناسب سمجھا؟

﴿بحوالہ ”دعوت مکرر دینی“ معنفہ بابر علی خان شیعہ ص ۳﴾

جواب ﴿﴾ یہ سوال بھی سراسر جہالت اور دجل و فریب پر مبنی ہے۔

انبیاء علیہم السلام سابقہ کے خلفاء تو نبی ہوتے تھے ان کے متعلق یہ سوال تب ہوتا جب وہ غیر نبی ہوتے آپ نے تو یہ سوالات کسی اشتہار سے نقل کیے ہیں اس لیے آپ کو کیا علم ہو سکتا ہے کہ سابقہ نبیوں کے خلفاء کون تھے؟

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ سابقہ نبیوں میں سے کسی ایک نبی کا بھی ایسا خلیفہ ہوا ہے جس کی خلافت کا اعلان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نام لے کر کیا ہو لیکن اس کے بعد امت نے اس کو خلیفہ نہ بننے دیا ہو۔ کوئی ایک مثال پیش کرو۔

دعوتِ ذوالعشیرہ کیا تھی؟

سوال نمبر 6: « دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وعدہ نصرت کیوں نہ فرمایا کیا یہ دونوں بزرگ دعوتِ ذوالعشیرہ میں شامل نہ تھے تو رسول اللہ کے قریبی کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

﴿ بحوالہ ”دعوتِ فکر دینی“ معتمد ہا بر علی خان شیعہ ص ۴ ﴾

جواب « اے شیعو! خدا سے ڈرو کیوں کتاب و سنت کو چھوڑ کر دُور جا رہے ہو۔ دعوتِ ذوالعشیرہ میں آخر ہوا کیا تھا؟ یہی تا کہ آپ نے جملہ نبی ہاشم کو تبلیغ فرمائی۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تبلیغ فرمائی ہو اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا ہو۔ خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو وہ ہیں کہ خدا کی زمین پر سب سے پہلے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام پر لبیک کہا اور سب سے قبل دعوتِ حق کو قبول کرتے ہوئے حملہٴ اسلام میں دل و جان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ ہی کی دعوت پر جیہٴ صحابہ کرام علیہم السلام مثلاً امام مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین اور زبیر بن عوام حلقہٴ مجوش اسلام ہوئے۔ سیدنا صدیق اکبر کا سب سے پہلے اسلام لانا غیبِ قوارخ کے علاوہ شیعوں کی معتبر کتاب ”مجمع البیان جلد ۳: ۶۵“ میں بھی موجود ہے۔ اَوَّلَ مَنْ اسْلَمَ بَعْدُ عَدُوِّ جَنَّةٍ، اَبُو بَكْرٍ۔ (ترجمہ) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ ہا یہ بھارے کو کیا علم کہ دعوتِ ذوالعشیرہ کے

کہتے ہیں۔ سنئے کہ وہ کیا تھی۔

”صحیحین میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے پکارا ”یا بنی نضر، یا بنی عدی، جتنے قریش کے قبائل تھے ان کے نام لے لے کر بلایا“ یہاں تک کہ سب جمع ہو گئے اور جو خود نہ آ سکا اُس نے کوئی آدمی بھیج دیا جو بات سن کر اُسے بتائے۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس وادی میں سواروں کا دستہ ہے جو تم پر شب خون مارنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے۔ سب نے جواب دیا ضرور مانیں گے کیونکہ آج تک ہم نے آپ کو غلط بیانی کرتے ہوئے نہیں سنا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”سَوْ قَاتِي نَذِير لَّكُمْ بَيْنَ يَدَي عَذَابٍ شَدِيدٍ“ کہ میں تمہیں عذاب شدید آنے سے پہلے متنبہ کر رہا ہوں کفر و شرک سے باز آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک مان لو ورنہ تمہیں برباد کر دیا جائے گا کشتار ابولہب انگلی سے اشارہ کر کے کہنے لگا ”تَبَا لَكَ سَائِرُ الْمَوْمِرِ الْهَذَا جَمَاعَتُنَا“ تمہیں سارا دن خرابی ہو۔ کیا تو نے اس لیے ہمیں جمع کیا، حضور خاموش رہے لیکن اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیتے ہوئے پوری سورت نازل فرمائی جس کی پہلی آیت ہے۔ ”تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ“ یہ ہے مختصر واقعہ موت ذوالعشیرہ کا۔ بتائیے اس میں کون سی بات قابل اعتراض ہے جو جناب کو نظر آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے سوائے اشتہار کے کچھ نہیں پڑھا۔

رسول اللہ ﷺ نے جنہیں بھائی فرمایا

سوال ﴿نمبر 7:﴾ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بقول اہلسنت تمام امت محمدیہ سے افضل ہیں تو بوقت مواخات یعنی جب رسول اللہ نے بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت ابو بکر کو کیوں نہ اپنا بھائی بتایا جبکہ تاریخ شامد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دعوت ذوالعشرہ اور مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر بوقت مواخات فرمایا: ”يَا عَلِيُّ اَنْتَ اَبِي فِي الدُّنْيَا وَلَا بَخْرَةَ“ انصاف مطلوب ہے۔

﴿بحوالہ ”دعوتِ فکر دینی“ مصنفہ بابر علی خان شیعہ ص ۴﴾

جواب ﴿﴾ یہ سوال بھی بابر صاحب نے جہالت اور دشمنی اسلام کی وجہ سے کیا ہے ورنہ سرور کائنات ﷺ نے سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا بھائی فرمایا ہے۔ کتب احادیث کا مطالعہ کرنے والے کو اس کا پورا علم ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

عن عبد الله بن مسعود عن النبي صَلَّى الله عليه وسلم قال لو كُنْتُ
مُعْتَمِدًا عَلَىٰ لَيْلٍ لَا تَعْذُرُ أَبَا بَكْرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَكِنَّهُ أَيْحَىٰ وَصَاحِبِي وَكَدُّ
أَتَّخِذُ اللَّهَ صَاحِبِيكُمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَأَىٰ مُسْلِمٌ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے وہ نبی ﷺ سے راوی ہیں فرمایا اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دوست بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں اور اللہ نے تمہارے صاحب کو دوست بنایا۔ روایت کیا ہے اس کو

مُسلم نے۔

اور دوسری حدیث کے آخری میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”وَلَكِنْ إِحْوَاهُ الْإِسْلَامَ وَمَوَدَّتَهُ“

ترجمہ:- لیکن اسلام کا بھائی چارہ اور اسکی دوستی ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھائی فرمایا، چنانچہ

احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں.....

حدیث نمبر (۱):- عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهُ لَا تَنْسَنِيَا أَخِي

مِنْ دُعَائِكَ

حدیث نمبر (۲):- عَنْ عُمَرَ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ يَا أَخِي اشْرِكْنَا

فِي صَالِحِ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسِينَا۔

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی بیشک رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ

سے فرمایا: اے میرے بھائی اپنی نیک دعاؤں میں مجھے نہ بھولنا۔

﴿الصواعق المحرقة: ۹۸﴾

نیز شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا بھائی فرمایا۔

﴿نجم البلاغہ: ۵۵۱﴾

بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے محاربین کو اپنا

بھائی فرمایا ہے ملاحظہ ہو ”قرب الانساب: ۳۵“

جعفر عن ابیه ان علیاً علیہ السلام لم یکن

ینسب احد امن اهل حربه الی لشرك ولا الی النفاق و لكن

یقول هم اخونا بغوا علینا

ترجمہ:- جعفر اپنے باپ سے روایت کرتا ہے بیشک علی رضی اللہ عنہ اپنے محاربین

میں سے کسی کو بھی شرک اور نفاق کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے لیکن فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم پر بغادت کی۔

قارئین کرام! ایمان سے بتائیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کن ارشاد مبارک کے ہوتے ہوئے باہر صاحب کے موقف کی نوعیت کیا رہ جاتی ہے۔ یہ بات بھی ناقابل فراموش ہے کہ باہر صاحب کی پیش کردہ حدیث کے راوی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ باہر صاحب کیا آپ کا ایمان اپنی پیش کردہ حدیث کے راوی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر ہے؟ تو جب شیعوں کا ایمان حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر نہیں اور ان کے نزدیک معاذ اللہ وہ مسلمان ہی نہیں تو ان کی بیان کردہ حدیث کس طرح قابل قبول ہو سکتی ہے، اور جب حدیث ہی ناقابل اعتبار ہو تو اس سے استدلال کب صحیح ہوگا اور جب استدلال ہی غلط ہو تو سوال کیا۔

قارئین کرام! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انکار سے جہاں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ تمام دین قرآن و حدیث معطون و مشکوک ہو جاتا ہے کیونکہ دین اسلام بواسطہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہم تک پہنچا ہے۔ ان پر طعن دراصل دین اسلام پر طعن ہے۔ وہاں یہ بھی خرابی لازماً آتی ہے کہ حضرت سیدنا علی و سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کا باب ختم ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ جن احادیث میں ان حضرت کے فضائل و مناقب وارد ہوئے ان کے راوی بھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ جب وہ معیار حق اور سچ نہ رہے بلکہ شیعہ مذہب کے مطابق مسلمان ہی نہ رہے معاذ اللہ تو ان کی بیان کردہ احادیث خود بخود درجہ اعتبار سے ساقط ہو جائیں گی اور پھر وہی بات بنے گی جو شیعہ چاہتے ہیں کہ ”نہ رہے ہانس نہ بچے ہانسری“ علاوہ ازیں حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ”موضوعات کبیر“ میں حرف یا کے بیان میں فرمایا:

وَقَدْ قَالَ بَعْضُ الْمُحَقِّقِينَ اِنْ وَصَّيَا عَلِيٌّ الْمَصْدِرَةَ بِبَاءِ الدَّاءِ
كُلَّهَا مَوْضُوعَةٌ غَيْرَ قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَا عَلِيُّ اَنْتَ مِنْ مَنَزِلَةِ
هَارُونَ مِنْ مُوسَى اِلَّا اِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

ترجمہ:- بعض محققین کہتے ہیں کہ علی کے بارے میں وہ دو صفتیں جن کا کلمہ ندا یہ ہے
سب کی سب موضوع ہیں سوائے اس حدیث کے يَا عَلِيُّ اَنْتَ مِنْ مَنَزِلَةِ
هَارُونَ مِنْ مُوسَى اِلَّا اِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

قلیل الروایت کی وجہ!

سوال ﴿نمبر 8:﴾ اہل سنت کی حدیث کی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عائشہ وغیرہم سے کثرت سے احادیث پیغمبر مروی ہیں کیا وجہ ہے کہ حضرت الرضیٰ حضرت فاطمہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین سے احادیث کثرت سے بیان نہیں ہوئیں جبکہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ”اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَىٰ بَابُهَا“۔ کیا حضرت علی کو پیغمبر کے پاس رہنے کا موقع کم ملا تھا؟

﴿بحوالہ، دعوتِ مکرینی، ۴۰، معنفہ بابر علیٰ خاں شیعہ﴾

جواب ﴿﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال اور مشاغل مختلف تھے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے احتیاط کو اسی میں خیال فرمایا کہ قرآن مجید کو جمع کر کے وعدۃ الہی کے مطابق ہر قسم کے تغیر و تحریف سے محفوظ کر دیا جائے اور احادیث کو کم روایت کرنا بوجہ احتیاط کے تھا کیوں کہ وہ اسی میں احتیاط سمجھتے تھے ورنہ کیا وجہ ہے کتب حدیث اہلسنت میں خلفائے راشدین علیہم الرضوان سے بھی روایت بہت کم ملتی ہیں بلکہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی نسبت زیادہ روایت کتب اہلسنت میں موجود ہیں تو کیا اہل سنت کی کتابوں میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے روایت کا کم منقول ہونا اس کی دلیل ہے کہ معاذ اللہ اہل سنت ان کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے؟ بابر صاحب اس کی وجہ آپ ہم سے کیوں پوچھتے ہیں؟ اپنی معتبر کتب سے ہی کیوں نہیں دیکھ لیتے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ”نہج البلاغہ“

،، جناب مرتضیٰ نے بچپن سے لے کر وفات نبوی ﷺ تک کامل تیس سال آنحضرت ﷺ کی خدمت و رفاقت میں بسر کیے اس لیے ارشادات نبوی ﷺ کے سب سے بڑے عالم آپ ہی تھے پھر تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں وفات نبوی ﷺ کے بعد سب سے زیادہ آپ نے عمر پائی یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد تقریباً تیس برس تک ارشاد و افادات کی مسند پر جلوہ گر رہے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ کے سپرد رہی ان کے بعد خود آپ کے زمانہ خلافت میں بھی یہ فیض بدستور جاری رہا اس لیے تمام خلفاء میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کا سب سے زیادہ ہے لیکن احادیث کی روایت میں آپ بھی اپنے پیش رو خلفاء رضی اللہ عنہم اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح محتاط اور متشدد تھے۔ اسی لیے دوسرے کثیر الروایہ صحابہ کے مقابلہ میں آپ کی روایتیں بہت کم ہیں۔ چنانچہ آپ سے کل پانچ سو چھیالیس حدیثیں مروی ہیں۔ ”نہج البلاغہ: ۲۵“ اور جب کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کل حدیثیں پانچ سو انچاس اور سیدنا صدیق اکبر اور امام مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے اس بھی کم حدیثیں مروی ہیں آپ بتائیے کہ کتب شیعہ میں دشمنانِ ائمہ سے (جن پر امام برسر عام لعنت کرتے رہے) کثرت سے کیوں روایات موجود ہیں۔ تسلی کے لئے دیکھئے ”رجال کشی: ۹۵“۔

”قال اصحاب زيارۃ من ادرك زيارۃ بن اعمی فقد ادرك ابا عبد الله“

ترجمہ:- اصحاب زرارہ کہتے ہیں کہ جس نے زرارہ کو پایا

اس نے امام جعفر صادق کو پایا،،

ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کسی کی تعریف کیا ہو سکتی ہے؟ مگر سوال تو امانت و دیانت اور کردار کا ہے اس کے متعلق ملاحظہ ہو ”حق الیقین اردو صفحہ: ۷۲۲“ یہ حکم اسی بات کے حق میں ہے جن کی ضلالت پر صحابہ کا اجماع ہے جیسا کہ زرارہ اور ابو

بصیر۔۔ یعنی زرارہ اور ابو بصیر بالا جماع گمراہ ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کی راہنمائی کیا کرے گا جس راہ پر وہ خود چلا ہے دوسروں کو بھی اسی راہ پر چلائے گا۔

قَالَ جَعْفَرُ زَادَهُ شَرٌّ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَمَنْ قَالَ إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ ﴿رجال کشی: ۱۰۷﴾

ترجمہ:- امام جعفر نے فرمایا کہ زرارہ تو یہود و نصاریٰ اور تثلیث کے قائلین سے بھی بُرا ہے۔

امام جعفر کا زرارہ کو قائلین تثلیث سے بھی بُرا قرار دینا خالی از علت نہیں اور نہ بڑی شاعری ہے اس لیے یہ مُراد ہو سکتی ہے کہ امام نے زرارہ کے متعلق آگاہ کر دیا کہ جس طرح قائلین تثلیث نے دین حق سے مُنہ موڑ کر تثلیث کا عقیدہ گھڑ لیا اور ایک مخلوق کو گمراہ کیا اسی طرح زرارہ بھی دین اسلام سے منحرف ہو کر ایسے عقائد گھڑے کہ ایک دُنیا گمراہ ہو جائے گی اور واقعی امام کا خدشہ درست ثابت ہوا۔ امام جعفر نے فرمایا:

”لَعَنَ اللَّهُ زَادَهُ لَعَنَ اللَّهُ زَادَهُ لَعَنَ اللَّهُ زَادَهُ“ ﴿رجال کشی: ۱۰۰﴾

ترجمہ:- یعنی امام جعفر نے تین مرتبہ فرمایا کہ ”اللہ لعنت کرے زرارہ پر“

کتب شیعہ کا مطالعہ کرنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ زرارہ شیعہ مرویات کا رئیس اعظم ہے جس کو امام نے باتا کید ملعون قرار دیا۔ اور ایسا ہی حال شیعہ کے دوسرے راویوں کا ہے چُونکہ زرارہ ان سب کا استاد ہے ”نظام شریعت اور فقہ جعفر تالیف جناب چوہدری امان اللہ لک ایم اے ایل بی ایڈ وکٹ گجرات۔“

بابر صاحب اب بتائیے کہ دشمنانِ ائمہ بے ایمانوں منافقوں سے تُم روایت لیتے ہو یا ہم سوچ سمجھ کر جواب دیں بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ مذہب شیعہ کو خیر پاؤ کہہ کر جب حق اہلسنت کو تسلیم کر لیں اللہ تعالیٰ توفیق دے (آمین)

اصل اختلاف کیا تھا؟

سوال ﴿نمبر 9:﴾ اگر کوئی خلیفہ وقت کو نہ مانے اور اس کی علی الاعلان مخالفت کرے تو اس کی سزا کیا ہے مگر یاد رہے کہ بی بی عائشہ اور معاویہ نے تو خلیفہ وقت حضرت علی سے جنگیں کی ہیں۔ ان کے واقعات جنگ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرمائیں کہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کی سزا کیا ہے؟ (انصاف مطلوب ہے)

﴿بحوالہ ”دعوت فکر دینی“ ص ۴۴ معنفہ بابر علی خاں شیعہ﴾

جواب ﴿۹﴾ یہ سوال تو تب ہوتا کہ اگر انعقاد خلافت ہو چکنے کے بعد انکار خلافت کرتے اور شیعہ ان دونوں باتوں کو ثابت نہیں کر سکتے۔ قبل از انعقاد خلافت ایک دوسرے کے خلاف رائے دینا بالکل درست اور جائز ہے۔ باقی آپ یہ بھی نہیں دکھا سکتے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی وقت یہ فرمایا ہو کہ ہم خلافت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں مانتے۔ پہلے یہ ثابت کریں اور پھر سوال کریں۔ اذلیس فلیس ان کے مابین جو وجہ اختلاف کی تھی، اس کی تو شاید آپ جیسے جھگڑا کو ہوا تک نہ لگی ہو۔ آئیے ہم آپ کو اس اختلاف کی وجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنواتے ہیں۔

وَكَاٰنَ هٰذِهِ اَمْرًا اِنَّا التَّعْمِيْنُ وَالْعَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ وَالظَّاهِرُ اَنَّ رِئَاسَةَ
وَاجِدُوْا نَبِيْنَا وَاجِدْ وَدَعْوَتَنَا فِي الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا تَسْتَبِدُّ هُمْ فِي الْاِيْمَانِ

بِاللّٰهِ وَالتَّصَدِيقِ بِرَسُولِهِ وَلَا يَسْتَعِذُّ وَنِعَا الْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ
دَمِ عِثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بِرَأَى۔ ﴿فَجِ الْبَلَاةُ ۱۱۸﴾

ترجمہ:- معاملہ اس طرح شروع ہوا کہ ہم اور شامی مقابلے پر نکلے۔ ظاہر ہے
ہم سب کا پروردگار ایک، ہمارا نبی ﷺ ایک، ہماری دعوت اسلام ایک تھی۔ نہ ہم ان
سے ایمان باللہ اور تصدیق رسل ﷺ میں کسی اضافے کا مطالبہ کرتے تھے نہ وہ ہم
سے کرتے تھے۔ ہم سب ایک تھے۔ اختلاف تھا تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں
تھا۔ حالانکہ اس خون سے ہم بالکل بری الذمہ تھے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ارشاد مبارک سے واضح ہو گیا کہ ان
میں اختلاف صرف خون عثمان رضی اللہ عنہ میں تھا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آپ سے اس کے علاوہ کوئی اور اختلاف نہیں تھا۔ حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا طحان عثمان سے قصاص لینے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فوری مطالبہ
کرتے تھے اور آپ اپنی مجبوری کو ظاہر کرتے رہے۔ علاوہ ازیں حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ نے خون سیدنا امام مظلوم عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کر کے کون سا
جرم کیا؟ یہ تو عین تقاضائے حکیم خداوندی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مُحِبُّوا عَلَيْهِمُ الْقِصَاصَ فِي الْقَتْلِ (الآیت)۔

ترجمہ:- اے ایمان والو تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں

ان کے خون کا بدلہ لو۔

لہذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ قصاص بالکل قرآن کے حکم کے مطابق
تھا۔ البتہ کوئی خارجی یہ سوال کرے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کے حکم کے مطابق
سیدنا امام مظلوم ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کیوں نہیں لیا؟ چونکہ از روئے
قرآن یہ ضروری تھا اور امام مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا قصاص نہ لینا صریحاً

خلاف قرآن و سنت ہے تو اس کا کیا جواب دو گے یہ وہی سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں جن کے قتل کی افواہ سنتے ہی حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جاننے کے باوجود کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہنوز خیر و عافیت سے زندہ ہیں۔ قصاص کا بے مثال طریقہ سے اہتمام اور ارادہ فرمایا۔ کیوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ جانتے تھے کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ میرے پیارے عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اسلام دشمن عناصر اور خنین قسم کے لوگ انتہائی بے رحمی اور سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ظلم و شہید کر ڈالیں گئے تو میرا یہ اہتمام قصاص عثمان رضی اللہ عنہ اُس وقت راہنمائی کا کام دے گا۔ تو سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ مطالبہ اٹھا کر سب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا تو کیوں کر قابل اعتراض ہو سکتا ہے؟ اور حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جنگ کا الزام لگانے والو! اس اعتراض کا آپ کے پاس کیا جواب ہے کہ حضرت سیدہ کائنات عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا از روئے قرآن اہل ایمان کی ماں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

”الْكُنْبَىٰ أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ“

ترجمہ:- نبی مومنوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں

اُن کی مائیں ہیں۔

اور دوسری جگہ اللہ جل مجدہ قرآن پاک میں حکم فرماتا ہے کہ ماں باپ کے سامنے اُف تک نہ کرو

”فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا“ (الآیت)

ترجمہ: تو ان سے ہوں نہ کہنا ابرا نہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا“

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ماں سے جنگ کیوں کی: وہ اللہ تعالیٰ جو ماں کو اُف تک کہنے سے اولاد کو منع کرتا ہے وہ اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ

لنکڑے کر ماں پر چڑھائی کر دو اور یاد رہے کہ مدینہ پاک سے پوری فوج لے کر بجانب بصرہ روانہ ہونے والے بھی آپ ہیں اور وہاں جا کر حملہ آور بھی آپ ہی ہوئے۔ اے قوم روافض دین متین کی دشمنی سے باز آ جاؤ کیونکہ ایسے لغو اور فضول اعتراضات سے جو آپ لوگوں کا شیوہ بن چکا ہے۔ کوئی ذات بھی بچ نہیں سکتی۔

۔ کیوں دوستی کے پردے میں کرتے ہو دشمنی

کیوں دامنِ ادب کی اڑاتے ہو دجیاں

اسی لیے علمائے اہل سنت نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس کے معاملات میں نہ پڑو ورنہ دولتِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ آیات قرآنی اور احادیث مبارک کے پیش نظر اُس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت و عقیدت نہ رکھے یا ان کے دانش و اعانہ کرے اور ان سے کینہ پیدا ہونے سے پناہ نہ مانگتا رہے۔ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین و اولیاء کا طہین کا عقیدہ ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی بُرا بھلا کہنے والا بدوین ہے اور یہ بات خوب سمجھ لینا چاہیے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے امت کے مُرشد و مُربی اور محبوب و محبوب کا منصب عطا فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث میں ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے اور ان سے عقیدت و محبت رکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ان کی برائی و عیب جو بُی کونا جائز و حرام بلکہ موجب لعنت فرمایا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرنے والے کا ایمان مشتبہ و مشکوک ہے۔

حدیث: "وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَغْفَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوا هُمْ غُرَضًا مِنْ بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَمَحِبِّي أَحِبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَبُوشَكَ أَنْ يَأْخُذَهُ"

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرو، پھر اللہ سے ڈرو، میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ، کیوں کہ جس نے اُن سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اُس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اُسے پکڑے۔

اور اسی لیے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی

”واذ خدا تر سید در باب اصحاب پیغمبر خود رعایت نما سید آ نہارا کہ بدعتی در دین خدا نکرده اند و صاحب بدعتی را پناہ نداده اند بدرستی کہ حضرت رسالت ﷺ وصیت نمود در حق ایں گروہ از صحابہ رضی اللہ عنہم خود“۔ (جلاء العمیون: ۲۱۱)

ترجمہ:- حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اُن کی رعایت کرنا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی بدعت نہیں کی، اور نہ ہی کسی بدعتی کو اپنے پاس پناہ دی۔

حدیث: ”إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ شِرْكِهِمْ۔“
ترجمہ:- فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں تو کہو تم پر اللہ کی لعنت ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث:- ”وإذا ذكر أصحابي فامسكوا“ (مشکوٰۃ شریف)
مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق تابعین اور ائمہ مجتہدین و اولیاء کاملین کا نظریہ ملاحظہ ہو۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ الاحمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی توقیر و تعظیم کا قائل نہیں وہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا، صحابہ کرام علیہم السلام رضوان کے ادب و احترام کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے اور ان سے بجز خیر کھٹ لسانی کا حکم ہے ان کی عظمت و شان اور ادب و احترام کو جز و ایمان قرار دیا ان کے متعلق کوئی ایسا حرف زبان سے نہ نکالے جس سے ان میں سے کسی کی تعقیص یا کسر شان ہوتی ہو یا ان کے لئے سبب ایذا بن سکتی ہو کیونکہ ان کی ایذا اُخذ کے محبوب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا ہے۔

حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہمیشہ خیر ہی سے کرنا چاہیے ورنہ زبان کو ذکر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روک رکھے یعنی بُرائی نہ کرے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک

”جو شخص کسی صحابی رسول کو بُرا کہتا ہے وہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی گرفت میں آجاتا ہے ”لِيَغْضَبَ بِهِمُ الْكُفَّارُ“ تاکہ کفار کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے، پس صحابی رسول سے غیظ کفار کی علامت اور پہچان قرار دی گئی اور پھر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پورا رکوع سورۃ فتح سے ”مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ“ تلاوت فرمایا نیز امام مالک کا قول مبارک حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ اپنے مکتوب میں نقل فرماتے ہیں کہ

”جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بھی خواہ ابو بکر و عمر عثمان ہوں یا معاویہ اور عمر بن عاص رضی اللہ عنہم ہوں بُرا کہے تو اگر کفر و فسق کا الزام لگائے تو اُس کو قتل کیا جاویگا اور اس کے علاوہ اگر گالیوں میں کوئی گالی دے تو اُسے سخت سزا دی جائے گی“

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ الاحمد قاری سرہندی نور اللہ مرقدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حقانیت و صداقت کا انکار کرنے کی وجہ سے جو گمراہ گمنان گم گئے تھے ان کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱) پس باید که نزد اهل حق بدترین ائمت صاحب کرام علیهم السلام باشند و بدترین صحبت با صحبت خیر البشر بود و علیهم السلام و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام -

ترجمہ: تو چاہیے کہ ان کے نزدیک اس اُمت کے بدترین لوگ صحابہ کرام ہوں
 ”نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَٰلِكَ“ اور سب صحیحہوں سے بدترین صحبت رسول اللہ ﷺ کی ہو
 ”الْحِيَاذُ بِاللّٰهِ“۔ کہ جب جن حضرات نے براہ راست سید الاولیٰین والآخرین سے دین
 پڑھا اور سیکھا اور آپ نے پورے تیس برس شب و روز ان کی تعلیم و تربیت فرمائی جب
 وہی بدترین اُمت ٹھہرے تو نتیجہ خود بخود سامنے آ جاتا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ رسول خدا
 ﷺ کی صحبت تمام صحیحہوں سے بُری ہوئی جن کی صحبت میں رہنے والے اتنے بُرے
 ہیں تو پھر آپ کی پوزیشن کیا رہ جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسے عقائد سے تمام مسلمانوں کو محفوظ
 رکھے۔ اور آگے تحریر فرماتے ہیں۔

(۲) "مگر آیات قرآنی و احادیث نبوی ﷺ را که در فضل صحبت خیر بشر علیه وعلیه السلام و در افضلیت صحابه کرام و علیهم وعلیه السلام و در خیریت این ائمت و اولادش اند ندیده اند و یا ندیده اند ولی این بآن ندادند قرآن و حدیث به تبلیغ صحابه کرام و ائمت به ماریده است نیز مطعون خواهند بود و ذی الله سبحانه من و لکن مقصود این جماعه مگر ابطال این است و انکار شریعت او علیهم وعلیه السلام و اولادش

وتسلیات“ ﴿کتوب امام ربانی حصہ ششم دفتر دوم کتب سی و ششم﴾

ترجمہ: ”شاید انہوں نے آیات قرآنی واحادیث نبوی ﷺ جو صحبت خیر البشر علیہ وسلم الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس امت کی خیریت افضلیت میں وارد ہوئی ہے، نہیں دیکھیں یا اگر دیکھی ہیں تو ان پر ایمان نہیں رکھتے۔ قرآن وحدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تبلیغ سے ہم تک پہنچے ہیں۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مطعون ہوئے تو دین جو ان کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے، مطعون اور ناقابل اعتماد ہوگا۔ نعوذ باللہ بجانہ من ذلک۔ اس گروہ کا مقصود حضور ﷺ کے دین کا ابطال اور آپ کی شریعت کا انکار ہے۔“

(۳) ”امام شافعی نے فرمایا ونیز منقول از عمر بن عبدالعزیز است۔ تِلْكَ دَعَا طَهَرَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَيْدِيَنَا فَالْطُّهْرُ عَنْهَا أَلَسْتَ تَكُنْ۔ ازیں عبارت مفہوم می شود کہ حکایت یکے و خطائے دیگرے ہم لب نباید کشود۔“

﴿حوالہ کتب امام ربانی حصہ ششم دفتر دوم کتب سی و ششم﴾

ترجمہ:- امام شافعی فرماتے ہیں نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔ اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایک کے حق ہوئے اور دوسرے کے خطا پر ہونے کے حلق بھی لب کشائی نہیں کرنی چاہیے اور سب کو صرف نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔

امام دوم امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے تو آپ نے غیظ وغضب کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اس بد بخت کی زبان کاٹ دوں تا کہ آئندہ یہ ملاحق اس قابل ہی نہ رہے کہ کسی صحابی رسول ﷺ کو برا کہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز

ﷺ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کسی کو اپنے ہاتھ سے کوڑے نہیں مارے سوائے اس مجرم کے جس نے حضرت امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کی تھی۔ اُس گستاخ کو خود اپنے ہاتھ سے کوڑے مارے۔

امام ابو زرہ امام مسلم ﷺ کے اُستاد کا قول مبارک

جب تم کسی کو دیکھ کہ وہ کسی صحابی رسول ﷺ کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شخص زندیق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حق ہے اور رسول اللہ ﷺ حق ہیں اور جو دین خدا کے محبوب ﷺ لائے وہ حق ہے اور ہم تک یہ سب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے پہنچا ہے تو جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مجروح کیا اور عیب دار قرار دیا بیشک یہ شخص کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ پس اس بد بخت کو ہمیں زندیق اور گمراہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

اے مسلمان بھائیو! اپنے عقائد کی صحیح اور دولت ایمان کی حفاظت کے لئے علمائے اہل سنت سے رابطہ رکھنا نہایت ضروری ہے نیز کتب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضرت داتا گنج بخش سیدنا علی ہجویری اور حضور سیدنا غوث اعظم اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور رئیس الحارثین امیر الکاملین محبت النبی حضرت مولانا فخر الدین چشتی نظامی ﷺ کا مطالعہ ضروری ہے۔ یعنی ”کتب اعلیٰ حضرت“ عموماً اور ”مکتوبات امام ربانی“ اور ”کشف المحجوب“ اور ”غنیۃ لطالبین“ منسوبہ بنام سرکار غوث اعظم ﷺ اور ”نظام العقائد المعروف بہ عقائد نظامیہ“ (وغیرہ)۔

آخر میں بندہ ناچیز مقبول احمد جو کہ علمائے ذوالاحترام کا خاک پا بھی نہیں واجب الاحترام علمائے کرام کی خدمت عالیہ میں انتہائی ادب و احترام سے عرض کرتا ہے کہ وہ علم عقائد کی کتابوں اور مذکورہ کتب بزرگان کا مطالعہ ضرور فرمایا کریں،

کیوں کہ اسال عرس حضرت دانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر ایک کتب خانہ میں میری ایک مولوی صاحب سے اُس وقت تلخ کلائی ہو گئی جس وقت انہوں نے یہ کہا کہ بھائی سنی شیعہ میں کوئی خاص فرق نہیں۔ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“۔

راقم الحروف سمجھتا ہے کہ یہ تمام خرابیاں عقائد سے جہالت اور عدم مطالعہ کی وجہ سے ہیں اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ اور علمائے اہل سنت کا ان جنگوں کے متعلق یہ نظریہ ہے کہ وہ حضرات نہیں چاہتے تھے کہ آپس میں لڑائیاں ہوں اور سب کے سب قرآن و سنت کے عالم و عامل، واقف اور سمجھنے والے تھے۔ ان کی یہ جنگیں غلط فہمی کی بنا پر تھیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ آپس میں تنازعہ ہو مگر شر پسندوں نے جو کہ قاتلین امام مظلوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پورے طور پر بری الذمہ ہیں۔ ان پر کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے اور اعتراض کرنے والے اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق مردود و ملعون اور دشمن اسلام ہیں۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما دونوں چاہتے تھے کہ جنگ کی نوبت نہ آئے جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ”اے میرے بھوجو مجھ میں اور علی رضی اللہ عنہ میں کوئی جھگڑا نہیں“ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہماری ماں ہیں اور انکی تعظیم ہم پر واجب ہے۔ ﴿نہج البلاغہ: ۱۲۹﴾

شیعہ قرآن نے کسے کہا

سوال ﴿نمبر 10: 10﴾ جناب رسول خدا نے کئی بار فرمایا کہ ”یٰ اعلیٰ انت و شیعۃک ھم الفانز و ن“ ”ترجمہ اے علی رضی اللہ عنہ تو اور تیرے شیعہ ہی نجات یافتہ ہیں“ تو کیا ایسی کوئی حدیث حنفی، شافعی، حنبلی مالکی حضرات کے لیے بھی مل سکتی ہے۔

﴿بحوالہ دعوت فکر دینی: ۳۰ رمضانہ بابر علی خاں شیعہ﴾

جواب ﴿﴾ کسی بھی صحیح حدیث میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔ یہ سب دجل و فریب ہے ورنہ کسی معتبر و مستند حدیث شریف کی کتاب سے اس روایت کو پوری سند کے ساتھ ثابت کر دو اور ایسا ہو بھی کب سکتا ہے جبکہ قرآن مجید میں لفظ شیعہ کا اطلاق کافر اور فسادی قوم پر ہوا ہے۔ ذیل میں آیات قرآنی لکھی جاتی ہیں۔

(۱) إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا أَهْلَهَا شُعْبًا ﴿پارہ ۲۰: ۲۰﴾
”یعنی فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اہل ملک کو شیعہ بنا دیا“
(شیعوں ہارک ہو)

(۲) إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شُعْبًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ۔

﴿پارہ ۸: انعام ۱۳۹﴾

”یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے شیعہ اے میرے حبیب ﷺ تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

شیعہ کی مستند تفسیر ”عمدة البیان“ جلد ۹ صفحہ ۳۷۹ میں اس کا خلاصہ یوں لکھا ہے

کہ اس جگہ شیعہ کا لفظ یہود اور نصاریٰ وغیرہ پر استعمال ہوا ہے۔

(۳) قُلْ هُوَ الْعَابِدُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْضِكُمْ أَوْ يَكْسِبُكُمْ شَيْعًا ﴿پارہ ۷: انعام ۶۵﴾

یعنی اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ بھیجے عذاب تم پر اُدھر سے اور تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تم کو شیعہ بنا کر آپس میں لڑائے یعنی ایسے عذاب میں اللہ تم کو خراب کرے۔ ”عمدة البیان“ جلد ۱ ص ۳۵۳ میں ہے کہ یہاں شیعہ کا لفظ شریروں قدرے بازوں اور فساد یوں پر استعمال ہوا ہے۔

(۴) مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا بَيْنَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا ﴿پارہ ۲۱: روم ۳۲﴾
یعنی ”اے لوگو! نہ ہو تم ان شیعوں سے کہ جنہوں نے فرقہ فرقہ ہو کر اپنے دین کو برباد کر دیا۔“

”عمدة البیان جلد ۳ ص ۱۳“ میں لکھا ہے کہ یہاں شیعہ مشرکوں، بت پرستوں اور مخالفین دین یہود و نصاریٰ کو کہا گیا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِعْمِ الْأَوَّلِينَ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿پارہ ۱۴: اہزاب ۱۷﴾
یعنی ”ہم بھیج چکے ہیں اے رسول تمہ سے پہلے شیعوں میں نہیں آیا ان کے پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے ان سے ہنسنے“

”عمدة البیان“ جلد ۲ ص ۷۴/۷۵ میں ہے کہ اس آیت میں شیعہ ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو خدا کے پیغمبروں کو ہنسنے شروع کرنے والے کافر تھے۔

اور اسی طرح کی کمل گیارہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے لفظ شیعہ کا فرقہ پر اطلاق کیا ہے، چونکہ جواب مختصر دینا مقصود ہے، اس لئے اتنا ہی کافی ہے (ماخوذ از آفتاب ہدایت) اور اسی طرح سیدنا امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم شیعوں کے

متعلق فرماتے ہیں:

”قال لي ابو الحسن عليه السلام لو مَزْتُ شِيعَتِي مَا وَجَدْتُ تَهْمًا إِلَّا وَاصِفَةً وَلَوْ ا
مَتَدَّعَتْهُمْ لَمَّا وَجَدْتُ تَهْمًا إِلَّا مَرْدِيَةً“ ﴿كتاب الروضة ۲۲۸﴾

ترجمہ:- ”اگر میں اپنے شیعوں کو منتخب کروں تو پاؤں گا ان کو مکر زبانی دعویٰ کرنے والے اور اگر امتحان کروں تو نہ پاؤں گا مکر مرتد۔“

اور حضرت امام کاظم فرماتے ہیں

”إِنَّ اللَّهَ غَضِبَ عَلَى الشَّعْبَةِ“ ﴿امول کافی ۱۵۹﴾

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ شیعوں پر غضبناک ہوا۔ (شیعوں مبارک ہوا!)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا ذکر فرمایا اس سے مراد شیعہ ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ (رجال کثی ص ۲۵۴)

قال ابو عبد الله ما ازل الله سبحانه اية في المنافقين

الادھی فہمن ینتھل التشیع -

ترجمہ:- جو آیتیں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے متعلق نازل فرمائیں

ان سے مراد شیعہ ہیں شیعوں خوب مبارک ہوا!۔

رہا سوال اہل سنت اور حنفی وغیرہ کا تو جو بلا عرض ہے کہ اس کے متعلق تو کثرت سے کتاب و سنت اور ارشادِ ائمہ اہلبیت از کتب شیعہ پیش کیے جاسکتے ہیں فی الحال انتہائی اختصار کے ساتھ چند دلائل درج کیے جاتے ہیں جو کہ ان شاء اللہ الرحمن خلوص دل اور صاف ذہن رکھنے والوں کے لئے حجت تامہ اور دلائل واضح ہیں۔ إِلَّا عَلَی السَّیِّئِ الْمُنِیْمِ قرآن مجید میں اس مسئلہ کا حل دو ٹوک الفاظ میں واضح موجود ہے۔ یہود و نصریٰ اور مشرکین مکہ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ ہمارے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تردید فرماتے ہوئے اپنی بارگاہِ عالیہ سے

فیملہ فرمادیا۔

مَا كَانَ إِبْرَاهِيمَ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

”ابراہیم یہودی اور عیسائی نہیں تھے بلکہ وہ خفی مسلمان تھے۔“

ولہذا ہم اہلسنت خفی ہیں الحمد للہ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں ہم
مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ملت ابراہیمی (جو کہ ملت خفیہ) کی اتباع کریں۔

”فَاتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا“

رسول خدا ﷺ کی زبان مبارک سے اہلسنت کا ثبوت

تفسیر درمنثور میں اس آیت کے تحت ”يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ“

ترجمہ:- ”اس روز بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔“

واخرج الخطيب في رولة مالك والد يلقي عن ابن عمر عن النبي

ﷺ في قوله تعالى يوم تبيض وجوه وتسود وجوه اهل السنة وتسود وجوه

اهل البدعة۔

ترجمہ:- ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے

فرمایا کہ اہل سنت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں
گے۔“

امام غزالی رحمہ اللہ و راع اور تقویٰ کے بیان میں لکھتے ہیں۔

”ولا يعلم تفصيل ذلك الا بالاعتداء بالفرقة الناجية وهم الصحابة“

فانه عليه السلام لما قال الناجي منها واحدة قالوا يا رسول الله من هم قال

اهل السنة والجماعة فقبل ومن اهل السنة والجماعة قال ما انا عليه و

اصحابی۔ ﴿احیاء العلوم جلد ثالث مطبوعہ معر ۱۹۹﴾

اس کی تفصیل فرقہ ناجیہ کی پیروی کے بغیر نہیں معلوم ہو سکتی اور وہ فرقہ ناجیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے (ہنتر فرقوں کی پیش گوئی میں) فرمایا کہ ان میں سے نجات پانے والا فرقہ ایک ہی ہوگا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون لوگ ہیں تو فرمایا اہل السنۃ والجماعت۔ پھر عرض کیا گیا کہ اہل السنۃ والجماعت کون ہیں تو ارشاد فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقوں پر ہیں۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سواد اعظم کی پیروی کو لازم قرار دیا۔

”وَالزُّمُو السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ“

سواد اعظم کے ساتھ لگے رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

اہل سنت ہمیشہ سواد اعظم بودہ اند۔ ﴿مجالس المؤمنین ۵۷۲﴾

ترجمہ:- کہ اہلسنت ہر زمانے میں سواد اعظم رہے ہیں۔

اہل سنت کی تعریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے

مذہب شیعہ کی مستند کتاب ”احتجاج طبرسی“ میں ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے دوران ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا: ”کہ اہل الجماعۃ، اہل الفرقۃ، اہل البدعۃ اور اہل سنت کون لوگ ہیں؟“ تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

”وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُونَ بِمَا سَنَّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَإِنْ قَلَّوْا وَأَمَّا

أَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالَفُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ الْعَامِلُونَ بِرَأْيِهِمْ وَأَهْوَاءِهِمْ

وَمَنْ كَثُرُوا۔

ترجمہ:- اور اہل السنۃ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ ﷺ

کی سنت مضبوط پکڑنے والے ہیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں، اور اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں جو اپنی آراء اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔

اور شیعوں کے شیخ ابن بابویہ جو شیعوں کی کتب ”صحاح اربعہ“ میں سے ”مکتاب من لا یحضرہ الفقیہ“ کے مؤلف ہیں اپنی کتاب ”جامع الاخبار“ کے صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں ”لمس علی من مات علی السنۃ والجماعۃ عذاب القبر، ولا شدۃ یوم القیمۃ“

ترجمہ:- ”جو شخص سنت و جماعت پر مرے گا اس پر قبر کا عذاب نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر قیامت کی سختی ہوگی۔“ یہ حدیث قدسی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ احلسنت والجماعت پر قبر اور قیامت کا عذاب نہیں ہوگا۔ حدیث قدسی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث سے ما قبل لکھا ہوا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو یہ ارشاد فرمایا۔

سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ چنانچہ سنی حدیث مبارکہ اور اس پر ایمان لا کر اپنی آنکھوں کو سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کی محبت سے ٹھنڈا کریں۔ میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مخالفین سے خطاب کرتے ہوئے اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا تھا۔

”ان رسول اللہ ﷺ قال لی و اخی انتمما سہد الشہاب اہل الجنة۔“

وقرۃ اعین اہل السنۃ۔ ﴿تاریخ کامل جلد چہارم، ص ۶۲ مطبوعہ بیروت﴾

ترجمہ:- حقیق رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور میرے بھائی (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تھا کہ تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ اور یہی روایت ”تاریخ ابن خلدون“ مترجم حصہ دوم ۱۱۳ میں موجود

ہے۔

کتب تفسیر و حدیث اور تاریخ وغیرہ کے مندرجہ حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ اہل سنت و جماعت کے الفاظ نہ صرف یہ کہ حضرت علیؑ نے استعمال فرمائے بلکہ خود خدا کے محبوب سید الاولین والآخرین، امام العرب والعجم، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک سے بھی یہی الفاظ صادر ہوئے اور اپنے پیارے نواسوں سیدنا امام حسن و امام حسینؑ کو اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے لیکن بے انصافی کی انتہا ہے کہ آج جہلاء شیعہ اہل سنت و جماعت کو اہلیت اطہار کا دشمن کہہ کر سید الانبیاء اور سید الاولیاء یعنی نبی ﷺ اور علیؑ کی تکذیب کر کے خود دشمنی اہل بیت کا ثبوت دے رہے ہیں کیوں کہ جناب سیدنا علیؑ نے بلکہ سیدنا امام حسن و امام حسینؑ نے بھی اپنے صاحبزادوں کے نام ابو بکر، عمر، عثمان رکھے۔ تو کیا یہ نام اہلسنت رکھتے ہیں یا شیعہ؟ اور کیا اب بھی امام الائمہ حضرت علیؑ اور ان کے لخت جگر سیدنا امام حسن و امام حسینؑ کے اہل سنت ہونے میں کوئی شک رہ گیا ہے۔

ویدہ کو رکھو کیا آئے نظر کیا دیکھے!

ایک افترا کی تردید

سوال ﴿نمبر 11:﴾ «تاریخ شاہد ہے کہ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ سے مکمل طور پر بائیکاٹ کر لیا تھا۔ اس بائیکاٹ کا عرصہ تین سال کا ہے حضرت ابوطالب تمام بنی ہاشم کو شعب ابی طالب میں لے گئے یہ تین برس کا عرصہ بنی ہاشم نے نہایت عسرت اور کٹھن تکالیف سے گزارا ان تین سال کے دوران حضرت ابوبکر، حضرت عمر کہاں تھے؟ اگر یہ بزرگ مکہ ہی تھے تو انہوں نے حضرت ﷺ کا ساتھ کیوں نہ دیا اور اگر شعب ابی طالب میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نہ جاسکے۔ تو کیا ان حضرات نے کسی وقت آب ودانی ہی سے حضور ﷺ کی مدد کی تھی جبکہ کفار مکہ میں سے زبیر بن العوف بن مغیرہ نے پانی اور کھانے پینے اور عہد نامہ توڑنے پر دوستوں کو آمادہ کیا۔

﴿بحوالہ دعوت نکر دینی ۵ معنفہ بابر علی شیعہ﴾

جواب ﴿﴾ یہ سوال تو جہالت کی بنا پر یا پھر دجل و فریب دینے کے لئے کیا گیا ہے ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ بائیکاٹ کے زمانہ میں سب اہل ایمان اور خاص کر خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور سید الانبیاء ﷺ کے ہمراہ تمام سختیاں برداشت کرتے رہے۔ چنانچہ آپ کی پسندیدہ تاریخ کی کتاب سے ہی عبارت نقل کرتا ہوں سنئے اور سر دھنیے۔ ”ابوطالب تمام بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو لے کر قریب ایک پہاڑی دڑہ میں جا کر محصور ہو گئے۔ جس قدر مسلمان تھے وہ بھی ساتھ اسی دڑہ میں جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہے چلے گئے۔ اور یہی مصنف آگے چل کر

تحریر فرماتے ہیں کہ تین برس تک بنو ہاشم اور مکہ کے ان مسلمانوں نے بڑی بڑی تکلیفیں اور اذیتیں شعب ابی طالب میں برداشت کیں جن کے تصور سے روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (تاریخ اسلام" حصہ اول مصنفہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: ۱۰۵) اور مکمل واقعہ تحریر کرتے ہوئے آگے چل کر فرماتے ہیں بنو ہاشم اور تمام مسلمان شعب ابی طالب سے ۲۰ سال کے بعد نکلے اور مکہ میں آ کر اپنے گھروں میں رہنے پہنچے۔ شعب ابی طالب میں مسلمانوں کو بھوک سے بیتاب ہو کر اکثر درختوں کے پتے کھانے پڑتے تھے۔ بعض شخصوں کی حالت یہاں تک پہنچی کہ اگر کہیں سوکھا ہوا چڑا مل گیا تو اسی کو صاف اور نرم کر کے آگ پر رکھا اور بخون کر چبایا۔ حکیم بن حزام مولود کعبہ کبھی کبھی اپنے غلام کے ہاتھ اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے کچھ کھانا چھپا کر بھجوا دیا کرتے تھے اس کا حال جب ایک مرتبہ ابو جہل کو معلوم ہوا تو اس نے غلام سے چھین لیا اور زیادہ سختی سے مگرانی شروع کر دی۔ (تاریخ اسلام حصہ اول ۱۰۶) اور سیدنا صدیق اکبر کے شعب ابی طالب میں موجود ہونے کے متعلق خود جناب ابو طالب کا فیصلہ سنئے! حضرت صدیق از خود اس مصیبت میں شریک ہوئے وہ بھی شعب ابی طالب چلے گئے اور وہاں رہے جب آنحضرت ﷺ کو خدا نے اس مصیبت سے نجات دی تو انہوں نے بھی نجات پائی۔ جناب ابو طالب نے خود اس واقعہ کو اپنے اس شعر میں بیان کیا کہ

وَهُمْ رَجَعُوا سَهْلَ بْنَ بَيْضَا ○ رَاضِيًا فَسَرَّ أَبُو بَكْرٍ بِهَا وَمُحَمَّدُ

ترجمہ:- اہل مکہ نے سہل بن بیضا کو جو مصالحت کے لئے قاصد بن کر گئے تھے راضی کر کے واپس کیا یعنی صلح کر لی۔ پس اس صلح سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور محمد ﷺ خوش ہوئے۔ ﴿نبی و صدیق﴾: حصہ نور الحسن بخاری: ۱۰۳﴾

تو جب جس قدر لوگ اس وقت تک مسلمان ہوئے تھے۔ حضور سرکار مدینہ ﷺ

کے ہمراہ تھے تو اعتراض کیا؟ مگر بابر بیچارے کو کیا علم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے مصنفین کی صف میں کھڑے ہونے کے شوق میں اشتہار سے نقل ماری ہے۔ کیوں کہ چند سال قبل اسی مضمون کا ایک اشتہار راقم الحروف کی نظر سے گزرا تھا علاوہ ازیں بایکاٹ تو ہوا ہی صرف بنو ہاشم کے ساتھ تھا اس میں مسلمان اور غیر مسلمان کا کوئی لحاظ نہ کیا گیا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس میں شامل ہونا عشق رسول ﷺ کی وجہ سے تھا جس کا علم جہلاء شعیہ کو کیا ہو سکتا ہے! بلکہ مذہب شیعہ تو جہالت کا ایسا پلندہ ہے جس کی مثل نہیں ملتی اور اس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے بے وقوف اور جاہل فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو قرآن مجید ”أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السَّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ“ اور علمائے شیعہ نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ شیعہ ناقص العقل بے وقوف ہیں۔ تسلی کے لئے دیکھئے (تحفہ نماز جعفریہ: ۳۹) امام زمانہ یعنی امام مہدی کے زمانہ کے فیوض و برکات تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام زمانہ کے وجود مسعود کی برکت سے موثنین (شیعہ) کی عقلیں کامل ہو جائیں گی معلوم ہوا کہ یہ احتموں کا ایسا گردہ ہے کہ لایکا دون منتھوں حدیث۔ اگر ان کو کوئی علم و ذہانت اور فہم و ادراک اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہوتا تو ایسی جاہلانہ باتیں نہ کرتے۔

۔ وائے ناکامی ایمان رافضیاں جاتا رہا
رافضیوں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگوں میں شریک کیوں نہ ہوئے

سوال ﴿نمبر 12: 11﴾ اگر حضرت علی کا حکومت سے اختلاف نہ تھا تو ان تینوں حکومتوں کے دور میں کسی جنگ میں شریک کیوں نہ ہوئے جبکہ کفار سے جنگ کرنا بہت بڑی عبادت و سعادت ہے اور اگر کثرت افواج کی وجہ سے ضرورت محسوس نہ ہوئی تو جنگِ جمل و جنگِ صفین اور نہروان کی جنگوں میں کیوں بہ نفس نفیس ذوالفقار کو نیام سے نکال کر میدان میں اترے؟ کیا حکومت نے سیف اللہ کا خطاب دینا کسی اور کو مناسب نہ سمجھا یا خالد بن ولید حضرت علی سے زیادہ شجاع و بہادر تھا۔ ”تاریخ طبری“ سے دو مکالمے جو مولانا شبلی نعمانی نے کتاب ”الفاروق“ ۲۸۵ سے نقل کئے ہیں پیش نظر رہیں۔ حضرت عمر اور عبداللہ بن عباس کے مکالمے پڑھیں۔

﴿بحوالہ ”دعوتِ مکرر دینی“ مصنفہ بابر علی شیوہ﴾

جواب ﴿11﴾ معلوم ہوتا ہے کہ قوم روافض کا شیوہ صرف صحابہ کرام۔

اعتراض اور تنقید کرتا ہے۔ قرآن و حدیث اور کتبِ تواریخ کا مطالعہ

نہیں رہا۔ بابر صاحب فرمائیے کیا خدا کے محبوب رضی اللہ عنہ کو بھی

عناد تھا یا معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رسول خدا رضی اللہ عنہ

کیوں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی سریہ میں سپہ سالار

سے سریہ میں؟ ثابت کرو اور دکھاؤ۔ خیال

کیوں کہ وہ غزوہ ہے اور غزوہ کیت

سالار اعظم ہوتے تھے۔ جو ارشاد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اگرچہ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کو چار چاند لگے تاہم اگر وہی ارشاد کسی اور کے متعلق حضور سید الانبیاء ﷺ فرماتے تو دیا ہی ہوتا جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے۔ جس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک کو اپنا ہاتھ قرار دیتے ہوئے پیشگوئی فرمائی تھی کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں ان کے ہاتھوں فتح ہو جائیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ وہاں آپ ﷺ کی پیشگوئی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک پر قلعہ قاموس فتح ہو رہا ہے۔ اور یہاں آپ ہی کی پیشگوئی سے پوری دنیا کی دوسرے حکومتیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک پر فتح ہو رہی ہے۔ تو کوئی سریہ نبی ﷺ کے زمانے کا دکھاؤ جس میں حضور ﷺ نے اور صحابہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی سپہ سالار اعظم بنایا ہو۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی جنگ میں سالار لشکر بنا کر روانہ نہ کرنا موجب عناد ہے تو رسول خدا ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کون سی دشمنی تھی؟ بلکہ راقم السطور کہتا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ایسا کر کے سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کیا جو کہ قابل اعتراض نہیں بلکہ لائق صد ستائش ہے یاد رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے معاون اور مشیر خاص تھے جیسا کہ ”نہج البلاغہ“ میں موجود ہے اور ”ناخ التوارخ“ جلد دوم ۳۹۲ پر موجود ہے۔

”درکارہا ولشکر کشی ہا اورا اعانت مے فرمود ورائے نیکو مے واو“
ترجمہ:- اور ان (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کے تمام کاموں اور لشکر کشی کے معاملات میں ان کی اعانت فرماتے اور اچھی رائے دیتے۔

خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم تو تمام عمر آپس میں شیر و شکر رہے۔ ایسا اختلاف جیسا کہ آج شیعہ سمجھتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین بھی نہیں تھا

ملاحظہ ہو ”تاریخ اسلام“۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنی قوم اور خاندان کے اقتدار کو بنو ہاشم پر قائم کرنے کے ضرور خواہشمند تھے لیکن ساتھ ہی وہ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے میں کسی ایسے شخص کو چیر ادبی کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے جو بنو امیہ اور بنو ہاشم یا معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں یکساں دشمن یا سلطنت اسلامیہ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو چنانچہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مخالفت کی آگ مشتعل تھی۔ عیسائیوں کی زبردست فوج نے ایران کے شمالی صوبوں پر جو فائدہ اٹھانا چاہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس علاقے کو جس پر عیسائیوں کا حملہ ہونے والا تھا بچانے کی کوشش نہیں کر سکتے تھے۔ اگر عیسائیوں کا یہ حملہ ہوتا تو سلطنت اسلامیہ کا وسیع ٹکڑا کٹ کر عیسائی حکومت میں شامل ہو جاتا۔ عیسائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکلات سے واقف تھے اور امیر معاویہ کی طرف سے مطمئن تھے کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور ایک دوسرے کے خلاف زور آزمائی بھی وہ دیکھ رہے تھے۔ ان کو توقع تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہماری حملہ آوری سے خوش ہوں گے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کی جائے گی۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خبر کے سنے ہی عیسائی قیصر کی توقع کے خلاف ایک خط قیصر کے نام بھیجا جس میں لکھا تھا ”کہ ہماری آپس کی لڑائی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ اگر تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا تو علی رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے سب سے پہلا سوار جو تمہاری گوشمالی کے لئے آگے بڑھے گا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہوگا“ اس خط کا اثر اس سے بھی زیادہ ہوا جو ایک زبردست فوج کے بھیجنے سے ہوتا اور عیسائیوں نے اپنا ارادہ فتح کر دیا۔ ”تاریخ اسلام جلد دوم ۲۸/۲۷“ (معنفہ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی) اور اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے وفاق و حصول فرتے اور مال غنیمت لیتے رہے

چنانچہ والدہ حضرت محمد بن حنفیہ سیدنا صدیق اکبر ؓ کے زمانہ میں قیدی ہو کر آئیں تو سیدنا صدیق اکبر ؓ نے حضرت علی ؓ کو عطا فرمادیں جن کو حضرت نے قبول کیا اور اسی طرح حضرت شہر بانو والدہ ماجدہ حضرت سیدنا زین العابدین ؓ اسیر ہو کر دربار فاروقی میں پیش ہوئیں تو سیدنا فاروق اعظم ؓ نے سیدنا حضرت حسین نو اسہ رسول کو عطا فرمادیں۔ (عام کتب تاریخ اور مذہب شیعہ کی سب سے معتبر کتاب ”امول کافی“) اور بابر صاحب کی جہالت تو دیکھئے کہ کیا پتے کی بات بتا رہے ہیں کہ اگر حضرت علی ؓ خلفائے ثلاثہ ؓ کے مخالف نہ تھے تو ان کو کیوں نہ جنگ میں بھیجا تو بابر صاحب کیا یہ ضروری ہے کہ جو بھی موافق ہو اور جس نے کسی وقت بھی مخالفت نہ کی ہو اُس کو میدان جنگ میں بھیجا جائے۔ یہ وہ منطق ہے جو صرف آپ نے ہی سمجھی ہے جبکہ الٰہی خرد و ارباب عقل کی حکومت کا دستور تو یہ ہے کہ بڑے بڑے اراکین سلطنت اور نامور شخصیتوں کو فوج کے علاوہ دوسرے اہم انتظامی امور حکومت وغیرہ میں صلاح و مشورہ کے لئے مختص کر لیتی ہیں اسی طرح خلفائے راشدین ؓ کے دور خلافت میں حضرت علی ؓ مشیر خاص رہے اور اقامہ و قضاء کے اعلیٰ ترین مناصب پر فائز رہے بلکہ ”تاریخ الخلفاء“ میں موجود ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم ؓ نے تو یہاں تک فرمادیا تھا کہ حضرت علی ؓ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص فتویٰ نہیں دے سکتا۔ بابر صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ پمفلٹ بھائی ہوش و حواس نہیں لکھا ہے۔ اگر میدان جنگ میں نہ بھیجنے کا یہی مطلب ہے جو جناب نے سمجھا ہے تو میں پوچھتا ہوں کیا خلیفہ الرسول سیدنا ابو بکر صدیق کو خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم اور خلیفہ سوم سیدنا امام مظلوم عثمان ذوالقورین ؓ سے بھی کوئی عداوت و عناد تھا۔ ان کو بھی تو خلیفہ اول نے کسی محاذ پر نہیں بھیجا تھا تو جس طرح حضرت فاروق اعظم و امام مظلوم عثمان ذوالقورین ؓ کو اپنے مشورے کے لئے پاس رکھا۔ اس

طرح جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو بھی اپنا مشیر خاص بنائے رکھا۔

کیا موجودہ حکومتیں جو بوقت جنگ اپنے اور اعلیٰ حکام اور وزیروں اور مشیروں کو محاذ جنگ پر نہیں بھیجتیں تو ان کا یہی مطلب ہوتا ہے جو آپ نے سمجھا ہے ماشاء اللہ: کیا پتے کی بات کی آپ نے اموزگارین کرام! انصاف فرمائیں کہ اتنی سوجھ کے لوگ بزعم خویش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حج بن بیٹھے ہیں۔ استغفر اللہ!

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ رہا بابر علی خاں موصوف کا یہ کہنا کہ ”تاریخ طبری“ سے دو مقالے مولانا شبلی نعمانی نے کتاب ”الفاروق“ سے نقل کیے ہیں یہ کیا بے ربط و بے توقفی جناب نے گوہر افشانی فرمائی ہے! اس سے تو معلوم ہوتا کہ کتاب ”الفاروق“ شبلی نعمانی کی نہیں بلکہ کسی اور کی ہے جس سے مولانا شبلی نعمانی نے حوالہ نقل کیا ہے جو کہ حقائق کے سراسر خلاف ہے پہلے آپ بتائیں کہ وہ کتاب ”الفاروق“ کس کی ہے۔ علاوہ ازیں میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ اہل سنت کتاب و سنت کے مقابلہ میں کوئی روایت اور کسی مؤرخ کی رائے کو قبول نہیں کرتے ہمارے مذہب کی بنیاد قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ ﷺ پر ہے بالفرض اگر کوئی روایت کتب حدیث میں بھی قرآن مجید اور حدیث صحیحہ کے خلاف موجود ہو تو اس کو بھی ہم قبول نہیں کرتے کون بے چارہ شبلی و طبری جناب کس احمقوں کی جنت میں بستے ہیں ہوش و حواس کو قائم کر کے بات کرو اور قطع نظر اس کے بھی کتاب ”الفاروق“ میں کون سی عبارت قابل اعتراض ہے۔ جناب کا فرض تھا کہ اس عبارت کو نقل کرتے تاکہ اس کے متعلق مزید کچھ عرض کیا جاتا۔

جس جگہ کی مٹی وہیں تدفین

سوال ﴿نمبر 13: 4﴾ حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام کا انتقال بقول اہل سنت جناب رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوا حضرت ابو بکر کا انتقال اہل سنت کے نزدیک جناب رسول خدا کے دو برس بعد اور حضرت عمر نے ۲۶/ ذوالحجہ ۲۳ھ کو انتقال کیا تو کیا وجہ تھی کہ ان دونوں بزرگوں کا جو کافی عرصہ بعد انتقال ہوا۔ روضہ رسول ﷺ میں دفن ہونے کی جگہ مل گئی اور رسول خدا ﷺ کی اکلوتی بیٹی سیدہ طاہرہ مادرِ حسنین علیہما السلام کو باپ کے پاس قبر کی جگہ نہ مل سکی۔ کیا خود بخود نے باپ سے علیحدگی قبر کی وصیت کی تھی یا حضرت علی نے حکومت کی پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا یا مسلمانوں نے بضعتہ الرسول (فاطمہ) کو قبر رسول ﷺ کے پاس دفن نہ ہونے دیا؟

﴿بحوالہ دعوت لکرونی مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ۵﴾

جواب ﴿۴﴾ بابر صاحب کی جہالت تو دیکھئے کہ سیدنا عمر فاروق اعظم علیہ السلام کی شہادت یکم محرم کو ہوئی مگر وہ اپنی جہالت یا کذب بیانی کی وجہ سے ۲۶ ذوالحجہ لکھ رہے ہیں۔ راقم الحروف شیعوں سے پوچھتا ہے کہ جناب سیدنا حضرت علی علیہ السلام کو روضہ رسول ﷺ میں کیوں نہ دفن کیا گیا اور آپ کو کن لوگوں نے جوارِ رسول ﷺ میں دفن کرنے سے روکا پہلے آپ اس سوال کا جواب دیں۔ کیونکہ اس دقت تو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم موجود نہ تھے۔ آپ خود خلیفہ تھے اور آپ کے بعد سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بھی خلیفہ تھے۔ کون سی طاقت آڑے آئی جس نے سیدنا حضرت علی علیہ السلام کو

روضہ رسول ﷺ تو کیا جنت البقیع بلکہ پورے مدینہ الرسول ﷺ میں دفن کے لئے جگہ نہ دی۔ ہم اہلسنت کا ایمان تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی پر موقوف تھا۔ ورنہ یہ بھی سوال ہو سکتا ہے کہ اُم المؤمنین جناب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا جن کا حجرہ اپنا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَرْنَ فِی بُيُوتِكُنَّ (القرآن) کو روضہ انور میں کیوں جگہ نہ مل سکی؟ اس کا کیا جواب ہے؟ ہمارے دعویٰ کی دلیل کہ یہ تمام خالق حقیقی کی رضا و مرضی کے مطابق تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

”مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی“

ترجمہ:- اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو لوٹا دیں گے

اور اسی سے تم کو دوسری دفعہ نکال کر کھڑا کریں گے۔ (ترجمہ مقبول)

اور اس کی تفسیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ یوں فرماتے ہیں۔ ”کافی“ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نطفہ جب رحم میں پہنچ جاتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے کہ وہ اس مٹی میں سے جس میں یہ شخص دفن ہونے والا ہے تھوڑی سی لے آئے چنانچہ وہ فرشتہ لا کر نطفہ میں ملا دیتا ہے اور اس شخص کا دل ہمیشہ اس مٹی کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اس میں دفن نہ ہو جائے (حاشیہ ترجمہ، منقول ۶۱۷) اور اہل سنت کے بہت بڑے شیخ محققین حضرت امام احمد رضا مجدد دین و ملت رحمہ اللہ اپنی کتاب ”فتاویٰ افریقہ“ میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ عز وجل فرماتا ہے۔

”مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی“

زمین ہی سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی میں سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔“

ابو نعیم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

”مَا مِنْ مُؤَلَّدٍ إِلَّا وَقَدَحٌ عَلَيْهِ مِنْ تَرَابِ حَضْرَتِهِ“

کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا جس پر اس کی قبر کی مٹی نہ چھڑکی ہو۔

خطیب نے ”کتاب السقوف و مفرق“ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُؤَلَّدٍ إِلَّا وَفِي سُرَّتِهِ مِنْ تَرَبَةِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا حَتَّى يُدْفَنَ

فِيهَا وَأَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ خُلِقْنَا مِنْ تَرَبَةٍ وَاحِدَةٍ فِيهَا نُدْفَنُ

ہر بچہ کے ناف میں اسی مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا ہو۔ یہاں تک

کہ اسی میں دفن کیا جائے اور میں اور ابو بکر و عمر ایک مٹی سے بنے اور اسی میں دفن ہوں

گئے“ اور حدیث شریف میں ہے کہ ”حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح مسجد میں داخل

ہوئے کہ آپ کا دایاں ہاتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور بایاں ہاتھ مبارک

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور آپ نے فرمایا کہ اسی طرح ان شاء اللہ الرحمن

حشر میں آئیں گے۔“ اللہ اللہ! یہ بلند مقام حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا۔ اسی لیے

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کو جس نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کیا تھا؟ فرمایا:

”فَعَالَ مَا كَانَ مَنْزِلَةُ ابْنِي بَكْرٍ وَعُمَرُ مِنْ رَسُولِ الْمَلَأَةِ قَالَ

كَمَا كَانَهُمَا مِنْهُ السَّاعَةِ (تاریخ الخلفاء)

ترجمہ:- پس کہا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مقام رسول خدا کے نزدیک کیا تھا۔

فرمایا (زین العابدین نے) جیسا کہ اب ہے۔“

اب واضح دلائل سے ثابت ہو چکا کہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہونا

اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشا اور رضا کے مطابق تھا۔

میراثِ انبیاء

سوال ﴿نمبر 14:﴾ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار و چھ سو میں سے کسی ایک نبی کا واقعہ پی کیا جاسکتا ہے جس کے انتقال پر ملال پر اس کا تمام ترکہ صدقہ ہو گیا ہو اور امت نے صدقہ سمجھ کر آپس میں تقسیم کر کے اس کی اولاد کو باپ کے ورثہ سے محروم کر دیا ہو اگر رسول خدا ﷺ کا ترکہ صدقہ ہی تھا تو ازواجِ رسول کے گھروں میں کچھ تو رسول اللہ کا مال ہوگا۔ کیا ازواجِ رسول نے رسول اللہ کا ترکہ صدقہ تسلیم کر کے حکومتِ اہل بیت کے وقف کر دیا تھا۔ صدقہ کیوں کہ اہل بیت پر حرام ہے اور اگر ازواجِ رسول کو اہلیتِ اہل سنت و جماعت تسلیم کرتے ہیں تو صدقہ ان کے لئے کس طرح حلال ہو گیا۔

﴿بحوالہ ”دعوتِ مکرر دینی“ معصفہ بابر علی خاں شیعہ ص ۶﴾

جواب ﴿﴾ یہ سوال مقامِ نبوت اور منصبِ رسالت سے ناواقفی بلکہ دشمنی کی بنا پر عموماً شیعہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرماوے۔ ان پیچاروں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کیا ہے۔ کیا انبیاء ﷺ مال دُنیا جمع کرنے کے لئے مبعوث ہوتے رہے اور نبیوں کو عام دُنیا داروں پر قیاس کرنا اُن سے دشمنی نہیں تو اور کیا ہے اور کیا شیعہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے مالِ فے (فدک) یا بیت المال کو آپس میں تقسیم کر لیا ہو خود یا اپنی اولاد یا اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو واحد مالک بنا دیا ہو۔ یہ بات رُوئے زمین کے شیعہ اکٹھے ہو کر بھی ثابت

نہیں کر سکتے۔ خلفائے اربعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے تو وہی کیا جو خود حضور پر نور ﷺ کیا کرتے تھے۔ کیا کوئی سیاہ پوش ثابت کر سکتا ہے کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم نے رسول خدا ﷺ کے عمل کے خلاف مال فہ فہ (بیٹے المال میں تصرف کیا ہو یا پھر خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اور خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل میں کوئی فرق مال فہ کے تصرف میں ثابت کریں۔ بابر صاحب آپ پہلے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور نبی ﷺ و علی رضی اللہ عنہ کے عمل مال فہ کے بارے میں فرق دکھائیں اور پھر ہم پر سوال کریں اور کیا آپ کہیں یہ دکھا سکتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کا مال اس کے وصال کے بعد اس کی اولاد کو دے دیا گیا ہو اور یہ بھی بتائیں کہ حضور ﷺ کا کون سا دنیاوی مال تھا؟ اس کی مقدار کیا تھی؟ اور ازواج رسول کو رسول اکرم ﷺ کے ترکہ سے کون سا مال اور کتنا حصہ دیا گیا؟ جبکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول خدا ﷺ کے وصال شریف کے وقت گھر میں رات کو چراغ جلانے کے لئے تیل تک نہیں تھا اور آپ کی زرہ مبارک ایک یہودی کے پاس گروی تھی اور آتھات المؤمنین یقیناً اہل بیت رسول ہیں اور کہاں لکھا ہوا ہے کہ آتھات المؤمنین رضی اللہ عنہم کو صدقہ کا مال دیا جاتا تھا؟ ذرا سوچ سمجھ کر بات کریں۔ ایسی باتیں آپ کو شیطان نے سکھا کر دین سے بے دین کر دیا ہے۔ ایسی باتیں کرتے ہو جن کا وجود تک نہیں ہے۔ مال فہ میں جس طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی اولاد کو گزارہ الاؤنس دیا جاتا تھا اسی طرح آتھات المؤمنین کو بھی ملتا تھا۔ انبیاء کرام علیہم السلام نہ دنیاوی مال و متاع حاصل کرنے کے لئے مبعوث ہوئے اور نہ ہی دنیا اکٹھی کر کے اپنی اولاد اور بیوی بچوں کے لئے چھوڑ گئے بلکہ ان کی جو وراثت ہے اس سے آپ تو کیا جملہ مذہب شیعہ محروم ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے رسول خدا کی وراثت سُنیے کیا تھی اور کن کو ملی؟ ”اصول کافی باب العلم والمعلم“ عن عبد اللہ بن علی قال قال

رسول اللہ ﷺ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَدَائِلَ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يَمُوتُوا دَهْنًا وَلَا دَهْمًا وَلَكِنْ أَوْفُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَحَدٌ مِنْهُ أَحَدٌ بِحَقِّهِ وَافِرٍ

ترجمہ:- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کے رسول ﷺ نے فرمایا علماء دین اسلام پیغمبروں کے وارث ہیں اس لئے خدا کے پیغمبر کسی شخص کو سونے چاندی کا وارث نہیں بناتے لیکن وہ علم دین کا وارث بناتے ہیں جس نے علم دین حاصل کیا وہ بڑا نیک بخت ہے اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔
(انبیاء کی میراث دین ہے دنیا نہیں)

ہمارے نبی ﷺ کی وارث دین اسلام اور قرآن ہے جس سے آپ بالکل محروم ہیں۔

جمل و صفین میں قتال کرنے والے

سوال ﴿نمبر 15: 15﴾ قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے کہ ”ومن قتل مؤمناً متعمداً فجزاؤه جہنم خالداً فیہا و غضب اللہ علیہ ولعنة واعداً عذاباً عظیماً“

”اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو جان کر پس سزا اس کی دوزخ ہے ہمیشہ رہنے والا بیچ اس کے اور غصہ ہوا اللہ اور اس کے اور لعنت کی اس کو اور تیار کر رکھا ہے واسطے اس کے عذاب بڑا“۔ (پارہ ۵ رکوع۔ ۱) (ترجمہ شاہ رفیع الدین) اگر ایک آدمی مومن کو عمدتاً قتل کرے تو وہ اس سزا کا مستحق ہے۔ جمل، صفین، نہروان میں تقریباً ستاون ہزار آٹھ سو ساٹھ (۵۷۸۶۰) مسلمان شہید ہوئے۔

آپ یہ بتائیں کہ کیا ان مسلمانوں کے قاتل قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت سے مستثنیٰ ہیں اگر اللہ تعالیٰ کا قانون اعلیٰ و ادنیٰ کے لئے یکساں ہے تو خلیفہ رسول کی مخالفت کر کے مسلمانوں کا قتل عام کروانے والے قیامت کے دن کس جگہ تشریف لے جاویں گے (الصلافی مطلوب ہے)۔

﴿بحوالہ ”دعوت نکر دینی“ معنفہ بابر علی خاں شیعہ ص ۶﴾

جواب ﴿مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس سوال سے شیعوں کا مقصد کیا ہے اگر ان

کی غرض سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر المؤمنین معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما پر اعتراض کرنا ہے تو یہی اعتراض حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب پر بھی ہوگا۔ تھا حضرت

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا و حضرت امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے کس طرح فحشہ سکتے ہیں؟ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ہاتھوں جید صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو رسول خدا نے اسی دنیا میں برسرِ منبرِ جنت کا مژدہ دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جو کہ حضور ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں شہید ہوئے اور جن کے قاتل کو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محکمِ رسول ﷺ جنہی قرار دیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسے دیئے۔ فرمایا کہ ”اس ہاتھ نے اللہ کے رسول ﷺ کی بہت خدمت اور حفاظت فرمائی ہے۔“ ولہذا جو اعتراض آپ حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کریں گے وہی جناب علی رضی اللہ عنہ پر ہوگا۔ جو جواب تم دو گے وہی ہمارا سمجھ لیں اور مجھے تعجب ہے کہ جنگِ نہروان میں خارجیوں کے قتل کا آپ کو اس قدر رنج و صدمہ کیوں ہے؟ بھی کیوں نہ ہو آخر وہ بھی تو شیعہ تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سخت دشمن تھے اور بعض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہی حضرت علی کے (جب کہ آپ حکمین کے تقرر پر رضامند ہو گئے) مخالف ہو گئے اور حضرت علی کی کوششِ بسیار کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہے۔ آخر کار آپ رضی اللہ عنہ کو ان سے جنگ کرنا پڑی۔ تو آئی نہ گھر کی بات کہ تمام شیعہ چلا اٹھے ہیں کہ مقامِ نہروان میں ہمارے آباء اجداد کو جن لوگوں نے قتل کیا تھا۔ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ حبِ علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ کہاں گیا؟ آخر باپ دادا کی محبت نے جوشِ ماری دیا۔ شاباشِ شیعوں نے ان کی اولاد ہونے کا حق ادا کر دیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض دے مارا ہے کیوں کہ اس واقعہ (جنگِ نہروان) سے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تو دور کا واسطہ بھی نہیں۔ آپ کے فتویٰ کے مطابق اگر نہروان میں خارجیوں کے قاتل دوزخی ہیں تو یہ فتویٰ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہیں بلکہ اس کی ضد سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پڑے گی۔

ایک عبت اعتراض کا تحقیقی جواب

سوال ﴿نمبر 16: 4﴾ قرآن مجید شاہد ہے کہ پارہ نمبر ۱۱ کو نمبر ۲۰ و ۲۱ سے
لَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى الْبَيْتِ لَا تَعْلَمُهُمْ
نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ۔

(ترجمہ از شاہ رفیع الدین) اور ان لوگوں سے کہ گردنہارے ہیں مگنواروں سے
منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ کے بھی سرکشی کرتے ہیں اوپر نفاق کے تو نہیں جانتا اُن
کو ہم جانتے ہیں اُن کو شتاب عذاب کریں گے ہم ان کو دوبارہ پھر پھیرے جاویں
گے عذاب بڑے کے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ مدینہ متورہ میں بھی رسول خدا کے زمانے میں
منافق لوگ موجود تھے اس کے علاوہ تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ مدینہ الرسول میں
کثرت سے منافقین موجود تھے رسول اکرم ﷺ کے انتقال کے بعد مسلمانوں میں
صرف دو پارٹیاں معرض وجود میں آئیں۔ ایک حکومت کی پارٹی دوسری نبی ہاشم کی
پارٹی ارشاد فرمائیں کہ منافقین کس پارٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ جو لوگ رسول خدا
ﷺ کے زمانے میں منافق تھے۔ انتقال رسول ﷺ کے بعد ان منافقین کو آسمان نے
اُٹھالیا یا زمین نکل گئی یا تمام منافقین حکومت سے تعاون کر کے فرشتے اور نیک بن گئے
تھے؟ ارے بھئی ان منافقین کی نشاندہی تو کرو وہ کہاں گئے؟ جب کہ تاریخ شاہد کہ ان
دو پارٹیوں کے علاوہ کوئی تیسری پارٹی نہ تھی۔ ﴿بحوالہ دعوت البرہانی﴾ منصفہ بار علیہاں شیعہ ۶۶: ۶۷

جواب ﴿۱﴾ اس میں کوئی شک نہیں کہ مدینہ طیبہ میں زمانہ رسالت میں منافق موجود تھے جن کا تعلق یہود سے تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کی مدینہ پاک میں تشریف آوری سے پہلے یہودیوں کا زور اور اقتدار تھا آپ ﷺ کی تشریف آوری سے ان کا اقتدار خاک میں مل گیا کیوں کہ مدینہ پاک کے لوگ حضور ﷺ کے غلام بن گئے جسکی وجہ سے ان کے وقار کو زبردست دھچکا لگا۔ اس لیے انہوں نے یہ سازش کی کہ بظاہر مسلمان ہو کر اندر ہی اندر اسلام کی مخالفت کی جائے۔ اگر معاذ اللہ مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم منافق ہوتے تو مکہ ہی میں منافقت شروع ہو جاتی اور یہ بات پایہ وثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ مکہ مکرمہ میں منافقت کا نام تک نہیں تھا جیسا کہ بابر صاحب خود تسلیم کر رہا ہے کہ مدینہ میں رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں منافق لوگ موجود تھے۔

﴿بحوالہ "دعوت فکر دینی" معنفہ بابر علی خاں شیعہ ص ۷۷﴾
 شروع شروع میں ان کی خلاف اسلام سرگرمیوں سے اعراض فرمایا جاتا رہا مگر بعد ازاں ان کو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اپنی مسجد سے نکال دیا۔ چنانچہ ابتداء میں جب ان کی شرارتوں سے اہل ایمان پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر ان کی تسلی و تشفی فرمائی

”مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْغَيْبَ مِنْ الظَّاهِرِ“ (الآیت)

ترجمہ:- خدا کی یہ شان نہیں کہ مومنوں کو اُسی حالت میں رہنے دے کہ جس حالت پر تم ہو یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کر دے۔ (ترجمہ مقبول)
 اور دوسرے مقام پر فرمایا

”لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۚ مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا

فَعِدُّوا أَعْدَاءَكُمْ وَذَلِكُمْ كَيْدٌ مِّنَ اللَّهِ يَصْلَحُ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ يَسْتَعِذُّ بِرَبِّهِ ۚ
تَجِدُ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ مُتَحِدِينَ ۚ (سورۃ احزاب پارہ ۲۲)

ترجمہ:- اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جمہوری خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو ان کے ورپے کر دیں گے پھر وہ اس شہر میں تمہارے پڑوس میں نہ رہیں گے مگر بہت ہی کم اور ہر طرف سے ان پر لعنت ہوتی رہے گی وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کئے جائیں گے جیسا کہ قتل کئے جانے کا حق ہے۔ اللہ کا قاعدہ ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے (یہی تھا) اور تم اللہ کے قاعدہ میں ہرگز تہدیلی نہ پاؤ گے۔

مذکورہ بالا آیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ منافق ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہیں رہ سکتے تھے بلکہ آخری آیات سے تو واضح ہو چکا کہ منافق مدینہ منورہ ہی نہیں رہ سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وقت آنے پر حضرت سید الانبیاء ﷺ نے منافقوں کو اپنی مسجد سے نکال دیا۔ جیسا کہ خود شیعہ مصنف ملاحی اللہ کا شانی اپنی تفسیر ”خلاصۃ النجی“ میں بابر صاحب کی پیش کردہ آیت مقدسہ کے تحت رقم طراز ہے۔

”واذا ابن عباس مروی است کہ عذاب ایشاں در دُنیا یکے آں بود کہ رسول ﷺ روز جمعہ بر منبر خطبہ خواند و بعد از آں اشارہ کرد باہل نفاق و گفت یا قلاں و قلاں از مسجد برون روید کہ از اہل نفاقید و چون جمع را نام برد و نفاق ایشاں گواہی داد و سوا شدند و از مسجد بیرون رفتند و ایں فضیحت و رسوائی یک عذاب است و عذاب دوم عذاب قبر۔“

﴿خلاصۃ النجی جلد دوم ص ۲۵۷﴾

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان منافقوں کا عذاب دُنیا میں ایک تو یہ تھا کہ رسول خدا ﷺ نے جمعہ کے دن منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس کے بعد منافقوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اے قلاں و قلاں مسجد سے نکل جاؤ کیونکہ

تم منافق ہو اور جب ایک گروہ کا نام لے کر ان کے نفاق کی گواہی دی تو وہ رسوا ہوئے اور مسجد سے چلے گئے اور یہ فضیحت و رسوائی ایک عذاب ہے اور دوسرا عذاب "عذاب قبر" اور یہی روایت اہل سنت کی "تفسیر ابن کثیر" میں قدرے اضافے کے ساتھ موجود ہے..... ملاحظہ ہو۔ "ابن عباس سے اس روایت کے بارے میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے فلاں اے فلاں لوگو تم مسجد سے نکل جاؤ کہ تم منافق ہو چنانچہ بڑی رسوائی کے ساتھ وہ مسجد میں سے نکالے گئے وہ مسجد سے نکل رہے تھے اور امیر المؤمنین سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف آرہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر کہ لوگ پلٹ رہے ہیں تو شاید نماز جمعہ ہو چکی ہے، شرم کے مارے ان لوگوں سے اپنے کو چھپانے لگے اور یہ لوگ بھی اپنے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپانے لگے یہ سمجھ کر کہ عمر رضی اللہ عنہ کو ہمارے نفاق کا علم ہو گیا ہو۔ غرض جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی اور ایک مسلمان نے انہیں اطلاع دی اور کہا اے عمر رضی اللہ عنہ خوش ہو جاؤ کہ آج منافقین کو اللہ تعالیٰ نے رسوا کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ مسجد سے نکالا جانا عذاب اذل ہے اور عذاب ثانی "عذاب قبر" ہوگا۔

(تفسیر ابن کثیر اردو پارہ ۱۱ ص ۷۰۴)

آپ کی پیش کردہ آیت مقدسہ "رُكُوعٌ مُّبْرَأٌ" وَصَمْنٌ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى النَّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ۔ (اور ان لوگوں سے کہ گرد تہمارے ہیں گنواروں سے منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ کے بھی سرکشی کرتے ہیں اوپر نفاق کے تو نہیں جانتا ان کو ہم جانتے ہیں ان کو شاب عذاب کریں گے ہم ان کو دو بارہ پھر پھیرے جاویں گے عذاب بڑے کے) (ترجمہ از شاہ رفیع الدین) میں بھی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ منافقوں کو تین عذاب دیئے جائیں گے۔ دو دنیا میں اور ایک آخرت میں۔ راقم الحروف شیعوں سے پوچھتا ہے کہ اگر معاذ اللہ صاحب رسول اکرم ﷺ منافق تھے تو پھر بتائیے اس آیت کے مطابق ان پر اس دنیا میں عذاب کیوں نہیں آیا؟ جب کہ ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ اس دنیا میں عذاب آنا چاہئے تھا۔ جیسا کہ شعیہ سنی تفاسیر سے بھی ثابت ہو چکا تو کیا یہاں بھی اللہ تعالیٰ کو حسب مذہب شعیہ بداء (پھوک) ہو گیا تھا۔ کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات کوئی نہیں ثابت کر سکتا کہ دنیا میں ان پر عذاب آیا ہو بلکہ دنیا میں تو ان کی عزت روز بروز ترقی کرتی رہی اور خدا نے ان کو اتنی بڑی عظیم الشان سلطنت و حکومت عطا فرمائی کہ جس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ناظرین کرام آپ نے دیکھ لیا اور یہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا کہ رسول خدا ﷺ نے اپنی عین حیات طیبہ میں ہی منافقین کو اپنی مسجد شریف سے نکال دیا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو زندگی بھر آپ کے ساتھ رہے اور سفر و حضر میں کسی دقت بھی آپ سے جدا نہ ہوئے تو وہ معاذ اللہ کیسے منافق ہو سکتے ہیں؟ اور پھر یہی نہیں کہ وہ تمام زندگی مدینہ طیبہ میں رہے بلکہ جن کو حضور سید الانبیاء خود اپنے مصلیٰ پر امام مقرر فرما دیں ان کو منافق کہنا کس قدر بے حیائی اور زیادتی اور حماقت کے خلاف ہے جبکہ معتبر دلائل سے ثابت ہو چکا، کہ منافقوں کو حضور ﷺ نے مسجد سے باہر نکال کر ان کے نجس وجود سے مسجد رسول ﷺ کو خود رسول خدا ﷺ نے ہی پاک کر دیا تھا تو پھر وہ کیوں کہ مسجد میں داخل ہو گئے تھے۔ کچھ سوچ سمجھ کر بات کر دو۔ ہوش دُرد کے انجکشن لگواؤ آخر ایک روز مر کر خدا کے سامنے پیش ہونا ہے کیا جواب دو گے؟ یا روایک طرف تو یہ مسلمہ بات ہے کہ منافقوں کو بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ مسجد سے خود اللہ تعالیٰ کے محبوب پاک نے نکال دیا تھا اور دوسری طرف تم ان پاک ہستیوں کے متعلق جن کو خود محبوب خدا

اپنی مین حیات طیبہ میں ہی اپنا مصلیٰ عنایت فرما کر پوری اُمت کا امام مقرر فرما جائیں۔ منافق کہتے ہو کچھ تو خوف خدا کرو میں شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر معاذ اللہ یہی لوگ منافق تھے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تو ثابت کرو کہ ان کو کس وقت مسجد بنوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نکالا گیا اور پھر کب سابقہ فیصلہ منسوخ کر کے دوبارہ مسجد میں داخل کیا گیا۔

خُدا سے کس طرح جائز کہ رد و بدل ہو گا!

تم ہی انصاف سے کہہ دو یہ عقدہ کیسے حل ہو گا۔

کاش کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کے مقدر میں ہدایت کرتا۔ قارئین کرام! دل چاہتا ہے کہ آیات قرآنی آپ کے سامنے رکھوں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اور ان کا علوم مرتبہ و بلندی درجات خالق حقیقی نے بیان فرمایا ہے چونکہ جواب بہت مختصر اور جلد طلب کیا گیا ہے اسی لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ آخر میں راقم الحروف بھی شیعوں سے ایک الزامی سوال کرنا چاہتا ہے۔ دیکھئے اس کا کیا جواب ملتا ہے؟ شیعو! اگر کوئی خارجی تم سے یہ سوال کرے کہ قرآن شریف کی اس آیت ”لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِلُوا ذَلًّا“ ترجمہ پیچھے گزر چکا ہے ”میں منافقوں کے متعلق جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مدینہ پاک میں ہمیشہ نہیں رہ سکیں گے تو بتاؤ کہ مدینہ پاک خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے چھوڑا ہے یا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے؟ شیعو! جن کو تم منافق کہتے ہو یعنی خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ وہ تو عمر بھر مدینہ منورہ میں رہے اور بعد از وصال عین جو ار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ نے ان کو آخری آرام گاہ عطا فرمائی جس کو تمام سنی شیعہ متفق جنت کا اعلیٰ باغ مانتے ہیں یعنی روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم مدینہ کو ترک کر کے کسی اور شہر کو دار الخلافہ بنا لیتے (جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا) اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح شہید کر دیئے جاتے تو شیعہ اس آیت مقدسہ کو حتی طور پر ان پر چسپاں کرتے بلکہ ان کے واعظین صرف اسی آیت کو عنوان تقریر بنایا کرتے۔ الحاصل حضرت سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کو چھوڑا بھی اور شہید بھی ہوئے اور تاریخی روایات کے مطابق آپ پر لعن طعن بھی ہوتا رہا۔ معاذ اللہ اگر کوئی کہے کہ اس آیت مقدسہ کا ایک لفظ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر منطبق ہوتا ہے تو اس کا کیا جواب دو گے؟ دیکھتے ہیں کہ حب علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ کرنے والے کیا جواب دیتے ہیں؟ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ
وَمِمَّا وَهُمْ خَشَمَتِ مَوَاسِيْرُ

ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو اور ان کا لٹکانہ دوزخ ہے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی (کنز الایمان)۔
تو اگر آپ کے باطل عقیدہ کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ و عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ معاذ اللہ منافق تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف جہاد کیوں نہیں کیا؟ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم خداوندی پر عمل نہ کیا۔ شیعوں! تمہارے عقیدہ کی رو سے حضور سیدنا انبیاء علیہم السلام کی پوزیشن کیا رہ جاتی ہے؟ سمجھو اور غور کرو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دشمنی نے تم کو کس طغیانی میں غرق کر دیا۔ رہی باہر صاحب کی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد دو پارٹیاں تھیں۔ یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ کس کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی علیحدہ پارٹی تھی جو کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے

خلاف تھی۔ اس کا وجود ثابت کرنا محال ہے۔ ورنہ دکھاؤ کہاں لکھا ہوا ہے؟ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زبردست حامی و مددگار تھے۔ حتیٰ کہ ان کی اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے رہے، اور ان کے ہاتھوں پر بیعت فرمائی۔ ثبوت کے لئے دیکھئے معتبر کتب شیعہ مثلاً ”نہج البلاغۃ“ ۱۸۸ احتجاج طبری ۱۵۶ اور ۶۰ الدرۃ النخبیہ ۲۲۵ فروع کافی ۱۱۵ غزوات حیدری ۶۲۷ و عام کتب تواریخ بلکہ ”صحیفہ علویہ“ میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو یعنی خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اپنا امام فرمایا اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْهَدُكَ وَ کَفٰی بِكَ شَهِیْدًا فَاَشْهَدُ لٰی اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ رَبِّیْ وَ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُكَ النَّبِیْ وَ اَنْتَ الْاَوْصِیَاءُ مِنْ بَعْدِیْ اَلْیَمِّیْنِ

﴿صحیفہ علویہ ص ۳۷﴾

ترجمہ:- اے اللہ میں تجھے گواہ کرتا ہوں اور تیری گواہی کافی ہے پس میرا گواہ رہے بیشک تو میرا رب ہے اور بیشک محمد ﷺ تیرا رسول میرا نبی ہے اور بیشک ان کے بعد کے اوصیاء جو تھے میرے امام ہیں۔

بتائیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اپنا امام فرما رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پارٹی بنا رکھی تھی جو ان کے مخالف تھی اور یہ بھی بتائیے کہ اگر اصحاب رسول ﷺ جن کو اہل ایمان اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں وہ (معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد) منافق تھے تو ان آیات کا مصداق کون حضرات ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَ دَاخِلَتِ النَّاسُ يَدَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ يَوْمٍ اَللّٰهُ اَنْفَاكُمَا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

ترجمہ:- جب آئی اللہ کی مدد اور فتح ہو گیا مکہ اور مدینہ کا تم نے لوگوں کو کہ خدا کے

دین میں گروہ و گروہ داخل ہو رہے ہیں۔ تو اب تم اپنے رب کی تسبیح پڑھاؤ اور اس سے طلب مغفرت کرو بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)
تو فرمائیے کہ وہ فوجوں کی فوجیں اہل ایمان کی جن کا ذکر اس سورہ پاک میں ہوا وہ کہاں تھیں؟ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھیں یا کہ ان کے مخالف؟ ثابت کیجئے

(نوٹ) اگر خلفائے راشدین میں کوئی مخالفت یا دشمنی و عناد ہوتا تو سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنی و خرنیک اختر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد کیوں کرتے؟ (فروع کافی، تہذیب الاحکام، مجالس المؤمنین)۔

صحابہ معیارِ حق ہیں

سوال ﴿نمبر 17: 1﴾ اہلسنت والجماعت کا دین چار اصولوں پر مبنی ہے (۱) قرآن مجید (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔ سقیفہ کی کارروائی کو پیش نظر رکھ کر ارشاد فرمائیں کہ خلافت ثلاثہ قرآن مجید اور حدیث سے ثابت ہے یا کہ اجماعی خلافت، ارشاد فرمائیں کہ انہوں نے اپنی خلافت کو قرآن مجید سے کیوں ثابت نہ کیا جب قرآن مجید میں ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے؟

﴿بحوالہ ”دعوتِ نوردینی“ ۷ معصفہ بابر علی خاں شیعہ﴾

جواب ﴿۱﴾ اہلسنت کا دین وہ ہے جو قرآن مجید اور حدیث مقدسہ میں موجود ہے۔ کتاب و سنت ہی مذہبِ اہلسنت کی اساس و بنیاد ہے۔ خلاف قرآن و حدیث جو عقیدہ بتایا جاوے اہل سنت اس کو مردود اور کفر کہتے ہیں۔ اور ایسے افعال و احکام جو کتاب و سنت سے متصادم ہوں وہ سب کے سب ناقابلِ عمل حرام بالکل بدعت اور شرک ہیں اور ان کو جائز سمجھنے والا اہلسنت کے نزدیک قطعاً کافر اور خارج از اسلام ہے اہل سنت قرآن و حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیارِ حق مانتے ہیں جو فرقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مخالف ہے۔ کتاب و سنت کی ہدایت کے مطابق وہ بھی قطعی طور پر کافر اور منکر اسلام ہے۔ یاد رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات بھی اہل بیت ہونے کے علاوہ صحابی ہیں۔ مت کوئی شیعہ

سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دے دیں کہ دیکھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو معیار حق مانا ہے لیکن اہلبیت کا ذکر نہیں کیا۔ راقم الحروف ان کو صحابی رضی اللہ عنہ پہلے مانتا ہے اور اہلبیت بعد میں نیز میرے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے اونچا مقام صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے بلکہ صرف اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا کوئی قابل ستائش بات نہیں۔ جب تک ایمان لا کر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ اپنے آپ کو شامل نہ کر لیں۔ مطلق اہلبیت تو کافر بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ہر نوح علیہ السلام اور زوجہ نوح و لوط علیہم السلام جو کہ اہلبیت رسول تو ضرور ہیں لیکن اس کے باوجود وہ کافر ہیں۔ اہلسنت قرآن شریف و حدیث مبارکہ کی تعلیم کے مطابق اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حق و صداقت کا معیار مانتے ہیں چونکہ جواب نہایت مختصر دینا مقصود ہے۔ اس لئے اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے صرف چند آیات قرآنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار حق ہونے کے ثبوت میں سماعت فرمائیں۔

عقائد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں۔
وَلَا قَوْلَ لَهُمْ اٰمَنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْا اَتُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ
اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ:- اور جب ان سے کہا گیا کہ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں تم بھی ایمان لاؤ (تو) انہوں نے یہ کہہ دیا کیا ہم اس طرح ایمان لے آئیں۔ جس طرح یہ بے وقوف ایمان لے آئے خبردار یہ لوگ خود ہی بے وقوف ہیں اور لیکن جانتے نہیں۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ منافقین کی پہچان کرتے ہوئے فرماتا ہے، جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے تم بھی ایسا ایمان لے آؤ جس طرح کہ یہ لوگ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے ہیں۔ تو قابل غور بات ہے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان خالق کائنات کو ناپسند ہوتا، جیسا کہ اہل تشیعہ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ایمان

کو بطور نمونہ منافقین کے سامنے پیش کیوں فرماتا؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موافق اور ان کی پیروی میں ہو۔ یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان میں معیار حق ہیں اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین اور نقص شان کرنا منافقین کا طریقہ ہے اور منافقین کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کئے گئے اعتراضات کا رد کرنا سنت الہیہ ہے۔ اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

ترجمہ:- اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئے جس طرح تم ایمان لائے ہو تو بیشک انہوں نے ہدایت پائی اور اگر روگرداں ہو گئے تو وہی نافرمانی میں ہیں۔ پس اللہ تم کو ان کے شر سے بچائے گا اور وہ سنتے والا اور جاننے والا ہے۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اگر یہود و نصری ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لا چکے ہو تو یقیناً ہدایت پا جائیں گے (چنانچہ ملاحظہ ہو تفسیر خلاصہ السج ۸۱) فَإِنْ آمَنُوا پس اگر ایمان آ رہے ہوں اہل کتاب از یہود و نصری بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِوہ مانند آنچه شما ایمان آورده اید ای مہاجر و انصار یعنی ہمہ کتب و رسل فَقَدْ اهْتَدَوْا پس ہر آئیہ راہ راست یافتہ باشند۔

ترجمہ:- پس اگر ایمان لے آئیں تمام اہل کتاب یہود و نصری مثل اس کی کہ تم ایمان لائے ہو اے مہاجرین و انصار یعنی تمام کتابوں اور رسولوں پر، پس یقیناً ہدایت پا جائیں گے۔ تو ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان بارگاہ خدوعنی میں اس قدر منظور و مقبول ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو منافقین اور یہود و نصری پر پیش کر کے ان سے ایسے ہی ایمان کا مطالبہ کرتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان کی طرح عقائد اور اعمال

میں بھی معیار حق ہیں۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَدَّمُونَ إِلَى اللَّهِ الْمُقَرَّبُونَ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَدَخَلُوا عَنْهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ: (پارہ ۱۱ رکوع ۲ آیت)،

ترجمہ:- اور مہاجرین و انصار سے سب سے پہلے ایمان کی طرف سبقت
کرنیوالے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی خدا تعالیٰ اُن سے راضی
ہو گیا اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہو گئے اور ان کے لیے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن
کے نیچے ندیاں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہی سب سے بڑی کامیابی
ہے“ (ترجمہ مقبول)

ناظرین کرام آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین
و انصار معیار حق ہیں ان سے اور ان کے متبعین سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا اس سے بڑھ
کر ان کے امام و مقتدی ہونے کی کوئی دلیل ہو سکتی ہے؟ حاشیہ ترجمہ مقبول“ پر شیعہ
مولوی مقبول احمد دہلوی لکھتا ہے ”کافی اور تفسیر عیاشی“ میں جناب امام جعفر صادق
علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کا ذکر بوجہ
انکی سبقت کے پہلے درجہ پر شروع فرمایا پھر ان کے بعد دوسرے درجہ پر انصار کا ذکر کیا
پھر تیسرے درجہ میں نیکی میں اتباع کرنے والوں کا ذکر فرمایا پس خدا تعالیٰ نے ہر قوم کو
ان کے درجوں اور منزلوں میں رکھا (حاشیہ ترجمہ مقبول ۴۰۳) قارئین کرام! اس قدر
واضح اور بین فضاں صحابہ کرام علیہم الرضوان قرآن مجید میں موجود ہونے کے باوجود
انکار کرنا انکار قرآن نہیں تو اور کیا ہے؟ اور ”سورہ حشر“ میں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کے معیار حق ہونے کے متعلق یوں فرماتا ہے:- لِنُقَرِّبَهُنَّ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْمُنْتَخِطِينَ
جُوا مِنْ دِينِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يُتَقَوْنَ فَعُلا مِنْ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَنُصْرُونَ اللَّهُ

وَرَسُولُهُ أَتَىٰكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّامَةَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ
يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ
عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَعْنَهُ نَفْسُهُ قَانٍ ۖ وَلَئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ
رَءُوفٌ رَحِيمٌ۔

ترجمہ: نیز (یہ مال فہ) ہجرت کرنے والوں میں سے ان ضرورت مندوں کا
حق بھی ہے جو اپنے گھروں سے بھی نکالے گئے اور اپنے مالوں سے بھی (الگ کئے
گئے تاہم) خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے خواستگار ہیں اور اللہ اور اس کے
رسول ﷺ کی نصرت کیے جاتے ہیں وہی تو سچے ہیں اور ان کا حق بھی ہے جو ہجرت
کرنے والوں کے پہلے سے دار ہجرت میں مقیم اور ایمان پر قائم ہیں اور جو ان کی
طرف ہجرت کر کے آئے ان سے محبت رکھتے ہیں اور جو کچھ ان ہجرت کرنے والوں کو دیا
جائے اس کی اپنے دلوں میں خواہش نہیں پاتے اور گواہی نہیں خود ضرورت موجود ہوتا ہم
دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا جائے
تو ایسے ہی لوگ تو ”پوری پوری“ فلاح پانے والے ہیں اور ان کا حق بھی ہے جو ان
مہاجرین و انصار کے بعد یہ عرض کرتے ہوئے آئے کہ اے ہمارے پروردگار تو
ہمارے گناہوں اور ہمارے بھائیوں کے گناہوں کو جنہوں نے ایمان میں ہم
پر سبقت کی ہے بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کوئی کینہ نہ
رہنے دے۔ اے ہمارے پروردگار بیشک تو بڑا مہربانی کرنے والا اور بڑا رحم کرنے
والا ہے (ترجمہ مقبول)

متعز زناظرین کرام غور فرمائیں ان آیات میں کس قدر واضح طور پر صحابہ کرام

جنی ﷺ مہاجرین و انصار کے معیار حق ہونے کے متعلق فرمایا گیا اور خاص کر مہاجرین کے بارے میں ارشاد ہوا۔ اُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّقُونَ۔ ترجمہ: وہی تو سچے ہیں اور سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا مَعَ الصِّدِّيقِينَ“ ترجمہ: اے ایمان والو! ہو جاؤ سچوں کے ساتھ اور یاد رہے کہ حضرات خلفائے اربعہ علیہم الرضوان مہاجرین میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ سچے ہیں اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ تو بتائیے کہ اب بھی صحابہ کرام جنی ﷺ کے معیار حق ہونے میں کوئی شک رہ جاتا ہے اس مقام کی مناسبت کی بنا پر حضرت سیدنا امام علی بن حسین زین العابدین رضی اللہ عنہما کا ایک فرمان نقل کرتا ہوں جس سے شیعوں کا یہ بھی بھرم کھل جائیگا جو شیعہ عموماً اہل سنت کو الزام دیتے ہیں کہ وہ ائمہ اہل بیت سے روایتیں نہیں لیتے اور ان کی روایات کو غلط دے بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اہلسنت ائمہ اہل بیت سے روایتیں ضرور لیتے ہیں اور ان کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ اہل سنت کا اصول ہے کہ جو روایت قرآن اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہو وہ قابل التفات نہیں۔ ہمارے ہاں یہ نہیں ہے کہ کوئی کہہ دے۔ یہ حدیث ہے یا فلاں امام کا قول ہے اگرچہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، تو اس لیے سند اور خلاف قرآن قول کو آنکھیں بند کر کے مان لیں۔ علمائے اہل سنت ایسا ہرگز نہیں کرتے ورنہ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ معاذ اللہ قرآن مجید اور ارشاد رسول ﷺ کا انکار کر دیں۔ جس پر ہمارے ایمان کا دار و مدار ہے اور ہر قسم کی داعی جاہی من گھڑت اور ٹھوٹی روایات کو قبول کر لیں۔ یہ شیوہ تو شیعوں ہی کا ہے۔ جنہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد ہی ایسی خلاف کتاب و سنت روایات پر رکھی ہے جن کو تحریر کرتے بھی شرم آتی ہے۔ ہم اہلسنت جب بالتحقیق ثابت کر لیں کہ یہ قول مبارک یا ارشاد واقعی کسی امام کا ہے تو اس کو ہندل و جان قبول کرتے ہوئے بعد احترام اپنے سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ تو سنئے ارشاد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

وقدم عليه نفر من اهل العراق فقالوا في ابي بكر وعمر وعثمان عليهم السلام فلما فرغوا من كلامهم قال لهم الانتهروني انتم المهاجرون الاولون الذين اخرجوا من ديارهم و اموالهم يتفون فضل من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصديقون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة قالوا لا قال اما انتم قد تبرأتم ان تكونوا من احد هذين الفريقين وانا اشهد انكم لستم من الذين قال الله فيهم والذين جاء ومن بعد هم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا ربنا انك رؤوف رحيم اخرجوا عني فعل الله بكم

﴿كشف الغم ۱۹ مطبوعايران﴾

ترجمہ: امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عراقیوں کا ایک گروہ حاضر ہوا آتے ہی حضرت ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی شان میں بکواس کرنا شروع کر دیا۔ جب چپ ہوئے تو امام عالی مقام علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ تم وہ مہاجرین الاولین ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے ایسی حالت میں نکالے گئے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہنے والے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد و اعانت کرتے تھے اور وہی سچے تھے تو عراقی کہنے لگے کہ ہم وہ نہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تم وہ لوگ ہو گے جنہوں نے اپنا گھربار اور ایمان مہاجرین کے آنے سے پہلے تیار کیا ہوا تھا ایسی حالت میں کہ وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں کو دل سے چاہتے تھے اور جو کچھ مال و متاع مہاجرین کو دیا گیا تھا ان کے متعلق اپنے دلوں میں کسی قسم کا حسد و بغض محسوس نہ کرتے تھے اور اگرچہ وہ خود جاہل و جاہلہ تھے مگر پھر بھی مہاجرین کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے تو اہل عراق کہنے لگے کہ ہم وہ بھی نہیں ہیں تو

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ”کہ تم اپنے اقرار سے ان دونوں جماعتوں (مہاجرین و انصار) میں سے ہونے کی براءت کر چکے ہو اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تم ان مسلمانوں سے بھی نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اور وہ مسلمان لوگ جو مہاجرین و انصار کے بعد آئیں گے وہ یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کی بخش جو ہم سے پہلے ایمان کیا تھا سبقت لے چکے ہیں اور ایمان والوں کے حلق ہمارے دلوں میں کسی قسم کا کھوٹ بغض اور کینہ، حسد یا عداوت نہ ڈال۔ یہ فرما کر امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرے پاس سے نکل جاؤ اللہ تمہیں ہلاک کرے آمین۔

ناظرین کرام! مذکورہ بالا روایت کو بظہر غور مطالعہ فرما کر خود نتیجہ اخذ فرمائیں تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائیگا کہ صحابہ کرام علیہم السلام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے نزدیک معیار حق ہیں اور دشمنان صحابہ خصوصاً دشمنان خلفائے ثلاثہ علیہم السلام سے سیدنا امام زین العابدین کس قدر بے زاری کا اظہار فرماتے ہیں کہ ان کو بدو عافرا کر اپنی مجلس سے نکال دیتے ہیں۔

صحابہ کرام معیار حق حدیث شریف کی روشنی میں

حدیث نمبر (۱) وعنه قال ابنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجہہ فو عظنا فو عظنا فو عظتہ بلیغۃ زکرت منها العیون ووجلّت منها القلوب فقال رجل یارسول الله کأن هذه مو عظتہ مودع فواوصینا فقال او صیکم بتقوی الله والسّوم والطاعت وان کان عبدا حبشیا فانه من یعش مبکم بعدی فسرّی اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنته الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بها وعضوا علیها باللتوا جذوا بآئکم ومحدث

فَاتِ الْأُمُورَ فَإِنَّ كُلَّ مَعْدِنَةٍ يَدْعَتْ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَالَّةٌ

﴿مکتوۃ شریف: ۲۹، ۳۰﴾

ترجمہ ”صحابی رسول فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ نے رُخ انور سے ہماری طرف توجہ فرمائی اور ہمیں بلیغ وعظ فرمایا جس سے ہم آبدیدہ ہو گئے اور ہمارے دل بوجہ خوف خدا لرزنے لگے۔ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وعظ آپ نے فرمایا ہے گویا کہ آخری وعظ ہے پس ہمیں وصیت فرمائیے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور سننے اور اطاعت کرنے کی اگرچہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ پس بیشک تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا اختلاف کثیرہ دیکھے گا۔ تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم و ضروری ہے اس کو لازم پکڑو اور خوب دانتوں سے مضبوط تمام لو خاص کر تم نئی باتوں سے بچے رہو کیوں کہ ہر نئی بات بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حدیث نمبر ۲: وَتَفَرَّقُوا أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي نَارِ الْأَمَلَّةِ وَاحِدَتُهُ قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي ”ترجمہ: میری امت تین ہفت فرتوں میں بٹ جائیگی۔ تمام جہنمی ہوں گے مگر ایک ملت۔ صحابہ نے عرض کی کہ وہ جنتی جماعت کون سی ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں“

حدیث: ۳: اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذ في النار۔

(مکتوۃ شریف: ۳۰)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

حدیث: ۵: وعن حذیقته قال قال رسول اللہ ﷺ ایتی لا ادری ما بقای فافتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر (مشکوٰۃ شریف: ۵۶۰)

ترجمہ: حضرت حذیفہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نہیں جانتا کہ تم میں میری بقا کتنی ہے تو میرے بعد والوں کی پیروی کرو، ابو بکر و عمر کی

موضوع پر حجتہ و احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے کتب احادیث۔ بخوف طوالت صرف ان ہی پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ عقلمند اس را اشارہ کافی است۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود فرمایا ہے۔ وسهِّلْكَ فِیْ صِلَافٍ مَّحَبٍّ مَّفْرَطٍ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلَى غَيْرِ الْحَقِّ وَمُبْغِضٌ مَّفْرَطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ اِلَى غَيْرِ الْحَقِّ خَيْرُ النَّاسِ فِی الدُّمْبِطِ الْاَوْسَطُ فَالْزَمُوهُ السَّوَادُ الْاَعْظَمُ فَاِنَّ يَدَ اللّٰهِ عَلٰی الْجَمَاعَةِ وَاَيُّكُمْ وَالْفِرْقَةُ وَاِنَّ اَشَادَّ مِنَ النَّاسِ لَشَيْطَانٌ كَمَا اَنَّ الشَّيْءَ مِنَ الْغَنَمِ لِلْذَنْبِ الْاَمِّنُ دَعَا اِلَى هَذَا الشَّعَارِ فَاَقْتُلُوهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِ هَذِهِ۔ (نسخ البلاغۃ ۴۱۳)

ترجمہ:- دو گروہ میرے بارے میں ہلاک ہوں گے، ایک وہ گروہ کہ دوست تو ہوگا مگر دوستی میں افراط کریگا اس کی محبت اُسے باطل کے راستے پر لے جائیگے دوسرا وہ طائفہ کہ دشمنی میں حد سے تجاوز کر جائیگا اور اس کی دشمنی بے اندازہ اُسے حق سے دور کر دے گی لیکن میرے سلسلے میں سب سے اچھے وہ ہیں جو میانہ روی کا راستہ اختیار کریں گے پس تم بھی اس جماعت کو اختیار کر لو اور سواد اعظم سے وابستہ ہو جاؤ کیونکہ جماعت کو چھوڑنے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے خبردار جو شخص تمہیں اس رویہ (جماعت سے علیحدگی) کی دعوت دے اسے قتل کر دو خواہ وہ میرے اس علمائے کے نیچے ہی کیوں نہ ہو

حضرت علی کے نزدیک صحابہ کرام معیار حق ہیں

چنانچہ ملاحظہ ہوا ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ:-

أَنَّهَ بِأَمْنَى لِقَوْمِ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُثْمَانَ عَلِيٌّ مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ
فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَرْكَبُوا الشُّرُوءَ لِلْمُهَاجِرِينَ وَلَا
لِنَصَارَ فَإِنْ جَتَمُوا عَلَى رَجُلٍ وَسَمَوْهُ أَمَامًا فَكَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رِضًا فَإِنْ خَرَجَ مِنْ
أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بَطَعْنِي أَوْ بَدَعْتَ وَرَدَّوهُ إِلَيَّ مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنْ أَبَى قَاتِلُوهُ عَلَى
اتِّبَاعِهِ غَيْرِ سَبِيلِ الْمَوْتَمِنِينَ وَوَلَّاهُ اللَّهُ مَا تَوَلَّيْتُ (نَجِّ البلاء غتہ: ۷۱۱)

ترجمہ:- مجھ سے ان لوگوں نے ہی بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم سے بیعت کی تھی لہذا نہ تو حاضر کے لئے حق باقی رہ گیا ہے کہ بیعت میں اختیار سے کام لے اور نہ غیر حاضر کو حق ہے کہ بیعت سے رد گردانی کرے شوریٰ تو صرف مہاجرین و انصار کے لیے ہے اگر انہوں نے کسی آدمی کے انتخاب پر اتفاق کر لیا اور اسے امام قرار دے دیا تو یہ اللہ کی اور پوری امت کی رضامندی کے لئے کافی ہے اب اگر امت کے اس اتفاق سے کوئی شخص اعتراض یا بدعت کی بنا پر خروج کرتا ہے تو مسلمان اسے حق کی طرف لوٹا دیں گے جس سے وہ خارج ہوا ہے انکار کریگا تو اس سے جگ کی جائے گی کیونکہ اس نے مومنوں کی راہ سے کٹ کر الگ راہ اختیار کی ہے اور خدا اسے اس کی گمراہی کے حوالے کر دیگا“ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ثابت ہو گیا کہ انعقاد امامت و خلافت میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں اور رہا بابر موصوف کا یہ کہنا کہ سقیفہ میں خلفائے راشدین نے اپنی خلافت کو قرآن سے کیوں نہ ثابت کر دیا؟ تو عرض ہے کہ قرآن و حدیث پیش کرنے کی ضرورت پڑتی جب وہاں کوئی منکر خلافت ہوتا۔ شیعہ ہی کہیں دکھا دیں کہ سقیفہ میں کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

اعتراض کیا ہو کہ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی خلافت خلاف قرآن ہے یا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی کوئی ارشاد دکھادیں کہ انہوں نے کسی وقت فرمایا ہو کہ سقیفہ میں جو کچھ ہوا وہ قرآن کے خلاف تھا۔

معزز قارئین کرام! یہ تمام کاروائی جو سقیفہ میں ہوئی رضائے الہی کے عین مطابق تھی مثلاً اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے رزق کا ذمہ خود لیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ”هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ“ مگر اس کے باوجود کوئی زراعت، کوئی صنعت، کوئی ملازمت، کوئی تجارت اور کوئی مزدوری کر کے روزی کما تا ہے مگر وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہو رہا ہے تو اسی طرح خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کا بظاہر سبب شوری ہے لیکن وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہوا۔ اور شوری بھی وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق العقاد و امامت و خلافت میں حجت قطعی کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت قرآن و حدیث اور اجماع امت سے منعقد ہوئی مگر بابر صاحب آپ بتائیے کہ آپ کے مذہب کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کون سی آیت قرآنی اپنے خلیفہ بلا فصل منصوص من اللہ ہونے کے متعلق لوگوں کے سامنے پیش فرمائی؟ جن آیات سے آج شیعہ مسلمانوں کو بہکانے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کیا ان میں سے کوئی آیت آپ رضی اللہ عنہ نے بھی پیش فرما کر اپنی خلافت بلا فصل پر استدلال کیا ہے یا کہ معاذ اللہ وہ آیتیں یا ان کا مطلب آپ رضی اللہ عنہ نہیں جانتے تھے؟ بمع حوالہ کتاب ثابت کیجئے۔

۔ اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشادات

سوال ﴿نمبر 18:﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات اور ارشادات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلافت عثمانی کے وقت کیا تھے؟ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس بڑے نقش کو قتل کرو خدا اسے قتل کرے (العیاذ باللہ) اگر ایسا ارشاد فرما کر آپ مکہ تشریف لے گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ظاہری کو سن کر حضرت عثمان کو کس طرح انہوں نے مظلوم تسلیم کر لیا۔ کیا حضرت عائشہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذاتی رنجش نہ تھی۔ مسلمانوں کو جمع کر کے بصرہ پہنچ کر میدان کارزار میں اتر آئیں کیا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ تھا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دیرینہ دشمنی کا نتیجہ تھا۔

﴿بحوالہ ”دعوتِ فکر دینی“ مصنفہ بابر علی خاں شیعہ ۸﴾

جواب ﴿﴾ بابر موصوف کا آخری کہ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا اور امام مظلوم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مابین کوئی اختلاف تھا۔ بہتان عظیم و افتر ہے جو بات آپ کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے جس کا ثبوت کوئی سیاہ پوش کسی معتبر کتاب میں نہیں دکھا سکتا چونکہ شیعوں کے مذہب کی بنیاد ہی دجل و فریب پر ہے اس لئے من گھڑت اور جھوٹی باتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہلبیت اطہار اور آئمہ المومنین رضی اللہ عنہم کے متعلق جکتے رہتے ہیں اور بابر

بیچارے کو اپنے عقائد کا بھی علم نہیں ہے کہ انکے عقائد کیا ہیں؟ کیا مذہب شیعہ کے بنیادی عقیدہ خلافت بلا فصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انکار کرنے والے شیعہ مذہب کی مطابق مسلمان رہ جاتے ہیں؟ جن کو آپ مسلمان کہہ رہے ہیں اور کیا جب جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کے قائل تھے باہر صاحب پمفلٹ لکھتے وقت یہ تو سوچ لیا ہوتا کہ شاید یہ کسی صاحب علم کی نظر سے گزرے تو اور کچھ نہیں کم از کم آپ کا بھرم تو رہ جائے۔ آپ نے شاید لوگوں کو اپنے پرہی قیاس کیا ہے بہر حال یہ آپ کے بس کا روگ نہیں ہے علاوہ ازیں اس سے آپ کو کوئی واسطہ بھی نہیں ہے۔ کیا آپ سیدنا امام مظلوم عثمان و واقورین رضی اللہ عنہ کی شان اور علوم ربہ کے قائل ہیں کہ اگر واقعی حضرت اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کوئی ایسا لفظ کہہ دیا ہو جس سے آپکو تکلیف پہنچی ہے؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ آپ تو سیدنا امام مظلوم حضرت عثمان و واقورین رضی اللہ عنہ کی شان و فضیلت کے بھی منکر ہیں۔ راقم الحروف آپ سے پوچھتا ہے کہ کیا حضرت اُم المؤمنین کا یہ کلمہ جناب سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی سنا تھا یا کہ چودہ سو سال کے بعد آپکو حسب عادت کوئی فضائی آواز پہنچی ہے؟ چونکہ اکثر ذاکرین اپنی مجلسوں میں ایسی آوازوں کا حوالہ دیتے سُنے گئے ہیں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یا اور کسی شخص نے جو اس وقت موجود تھا یہ کلمہ سنا ہے تو پھر رے حوالے اور سند کے ساتھ تحریر کرو تجب کی بات یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا اور کسی مسلمان نے اُس وقت حضرت مائی پاک کو کیوں نہ کہا کہ آپ نے جب یہ الفاظ کہہ کر لوگوں کو قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلقات کیا تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفوں یعنی سہائی پارٹی میں کرتے ہو یا کہ آپ کے خیر خواہوں اور مددگاروں میں اور یہ بھی عقدہ حل فرمادیتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کس بناء پر اپنے دونوں صاحبزادوں سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو امام مظلوم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا پہرہ دار اور محافظ مقرر فرمایا۔ (ثبوت کے لیے دیکھئے نچ

ابلا غم: ۱۶۱ وکب تواریخ) حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ وسلم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مابین کوئی مناد یا دشمنی نہیں تھی جیسا کہ سوال: ۹: کے جواب میں
گزار.....

کتاب الفہم کتاب الفہم کتاب الفہم کتاب الفہم کتاب الفہم

شکریہ

ناچیز انجمن تحفظ ناموس صحابہ حلقہ شادیوال کا تہہ دل سے ممنون ہے جس نے بندہ کی اس کتاب کی اشاعت کا ذمہ لے کر بے حد ممنون فرمایا اللہ تعالیٰ بوسیلہ جلیلہ سید الانبیاء امام اذہلین والآخرین علیہ السلام اراکین انجمن کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمائے بالخصوص عزیزم محمد صدیق سیکرٹری انجمن، محمد عبدالرشد بزاز جناب صوفی محمد رفیق، صوفی محمد اشرف جلالی خادم آستانہ عالیہ بھکھی شریف صوفی محمد اسلمعلیل مخدوم، صوفی محمد اکبر نقشبندی جلالی کا مشکور ہوں جنہوں نے کتابچہ کی اشاعت میں میری حوصلہ افزائی کی۔

لذاعی الی الخیر

(حضرت مولانا) مقبول احمد نقشبندی قادری جلالی



یاد آؤ آپ فتنل ممیم اور رحمت عالمیاں سنئے ۔ اے اللہ آں مالک جس
ان کے اصحاب پاک مکرمین ائمہ المؤمنین السائقین مددہ ممیمین ہی بیاں سے وہ حق اس
کبرے کی توفیق و مافہرہ آبدین راہ یاد ملیں

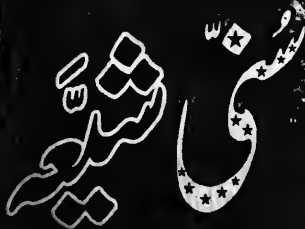
اہل کرم کا میاں رُوحِ قرآن



مکتبہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

نکات تحقیق

حق چارہ



بھائی بھائی کسے

مؤلف

مولانا محمد رفیع

مہتمم دارالعلوم دیوبند، قادیان شاہ ولی اللہ

شیعہ مصنف بابر علی خان کی کتاب

”دعوت فکر دینی“

میں اہلسنت کیخلاف کیئے گئے سوالات کا تحقیق جواب

الجوابُ المعقول

علامہ مقبول احمد رضوی مدظلہ

محمدیہ فاروقیہ رضویہ شادپوال (پنجاب)